بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ

نوادرِ سخن

یعنی

باب چہارم کتاب نکاتِ سخن

مصنفہ

سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے اڈیٹر اردوئے معلےٰ کانپور

جسمیں

اردو زبان کے چند نادر الفاظ کی تفصیل اور تحقیق بڑی کاوش اور کوشش کے ساتھ مع متعدد مثالوں کے درج کی گئی ہے

حاجی شرف الدین نے اپنے

رئیس المطابع واقع شہر کانپور میں چھاپا

اور

حسرت موہانی نے شایع کیا

طبع اوّل ۵۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۶/

۱۹۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوادرِ سخن

یعنی

باب چہارم کتاب نکات سخن

اس سے قبل کتاب نکات سخن کے تین باب (۱) متروکات سخن (۲) معائب سخن اور (۳) محاسن سخن پہلے رسالہ اردو نے نمبر کے ساتھ ضمیمے کے طور پر اور اس کے بعد علیحدہ کتابی شکل میں چھپکر شائع ہو چکے ہیں باقی دو ابواب یعنی (۴) نوادر سخن اور (۵) اصلاح سخن جن کی بابت توجہ کرنے کا بوجوہ اسوقت تک موقع نہ ملا تھا اب رسالہ اردو میں بالاقساط شائع کیے جاتے ہیں تاکہ نکات سخن کی تکمیل میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

واضح ہو کہ نوادر سخن کے سلسلے میں ہم نے زیادہ تر انہیں چیزوں کو لیا ہے جنہیں اردو زبان کے مقررہ قواعد کے علاوہ یا خلاف کوئی غیر معمولی حالت یا ندرت نظر آئی ہے۔ مثلاً:-

(۱) فعل لازم کے ساتھ "نے" کا استعمال

اردو زبان کا یہ عام قاعدہ ہے کہ "نے" علامت فاعل صرف متعدی افعال کے ساتھ استعمال کیجاتی ہے، مثلاً میں نے مارا، اس نے کہا، تو نے دیکھا، اور افعال لازم کے ساتھ "نے" کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً میں آیا، وہ گیا، تو دوڑا، لیکن بعض افعال مثلاً رونا اور ہنسنا ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن کے ساتھ "نے" کا استعمال متقدمین، متوسطین اور متاخرین سب کے کلام میں موجود نظر آتا ہے، اور بہرحال جائز سمجھا جاتا ہے مثلاً:-

میر حسنؔ: کسی نے بات کہی اور رو دیا اس نے — یہ حال اب دل زار و نزار کا پہنچا

آسیرؔ: لطف اس نے بھی اٹھایا ہے گرفتاری میں — رو دیا ہم نے جو بندہ کوئی آزاد ہوا

شگفتہؔ: دیکھکر چشم غضب کو اسکی ہم نے رو دیا — چاہیے پانی ملا لینا شراب تیز کو

وزیرؔ: میں نے جو آہ سرد بھری اس نے ہنس دیا — گل کی کلی نسیم سحر سے چٹک گئی

اشرف گسنڈوی ؎ آنکھیں دو چار کرتے ہی اُس کا آپ نے پیدا کیا ۔ در پردہ کچھ نگاہوں میں اقرار ہو گیا

محمود دہلوی ؎ سوال وصل پہ الٹے نیا فقرہ چلا بیٹھے ۔ صفا نہ ہوں نظر کرنی پڑیگی میری غربت پر

چلنا فعل لازم ہے مگر فقرہ چلنا دوسری چیز ہے جسکے ساتھ "نے" کا استعمال ہوتا بھی اور نہیں بھی ہوتا مثلاً یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم اُن سے نیا فقرہ چلا اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ان سے نیا فقرہ چلا جیسا کہ محمود نے کہا ہے ۔

(۱۴) سوائے اسکے بجز اس کے وغیرہ

اردو زبان میں عام رواج یہ ہے کہ لفظ "سوا" جب آخر میں استعمال ہوتا ہے تو صرف "سوا" بولا جاتا ہے ۔ مثلاً

حسرت موہانی ؎ کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا ۔ شغل بیکار ہیں سب اُن کی محبت کے سوا

نخوت کے سوا، محبت کے سوا، زید کے سوا، میرے سوا، تیرے سوا ۔ اس کے سوا وغیرہ اور جب ابتدا میں آتا ہے تو عموماً سوائے ہو جاتا ہے اور اسکے ساتھ "کے" بھی ضرور ہوتا ہے مثلاً

سودا ؎ جہان کے بیچ غم دل کہوں کس سے کوئی ۔ سوائے غم کے مرا کوئی غمگسار نہیں

غالب ؎ کہا ہے کس نے کہ غالب برا نہیں لیکن ۔ سوائے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے

شادان ؎ سوائے لطف کے ابکی بہاریں کیا تھا ۔ بجز یہ کہ کیف بادہ خواریں کیا تھا

مگر اس کے خلاف بھی مثالیں موجود ہیں ۔ دیکھئے

میر ؎ ہر صبح اٹھکے تجھسے مانگوں ہوں میں تجھی کو ۔ تیرے سوائے میرا کچھ مدعا نہیں ہے

تیرے کے بعد صرف سوا ہونا چاہئے تھا مگر میر نے تیرے سوائے کہا ہے اور ہم اس کو بھی ناجائز نہیں کہہ سکتے اگرچہ صحیح یہی ہے کہ سوا ہی کو حاصل ہونا چاہئے ۔ اسی طرح ابتدا میں سوا کے بجائے سوائے کا استعمال بغیر کے کے بھی درست جائز بلکہ بہ ترکیب فارسی مستحسن سمجھا جاتا ہے ۔ مثلاً

داغ ؎ لا نہ خرمستی ہم کچھ کہہ کے پچھتائے ۔ سوا اسکے نہ ہر گز ابھی کے دانے دانے نہیں

فانی ؎ نصیب ہو بھی تو کیا لطف وصل یار میں ہے ۔ سوائے عیش سو نعمت انتظار میں ہے

جو حال ہونے کا ہے وہی بجز کا بھی ہوتا ہے اور بجائے کا بھی یعنی بہ ترکیب فارسی بجز اور بجائے کے ساتھ "کے" کا استعمال ہوتا بھی ہے مثلاً

چمن بہار ہوئی سیر مردہ دل ہی کیا بجز خزاں دیدہ کے — اجڑے ہوئے چمن میں بہار پر خزاں کی ہے

عاشق دہلوی ۔ سکندر و شیخ کیا تاش کر رکھا — بجائے سر کے احسان گراں کو

اور نہیں بھی ہوتا مثلاً ۔

شاداں ۔ ہوئے لطف کے آگے بہار میں کیا تھا — بجز پیالۂ کیف بادہ خوار میں کیا تھا

اگرچہ ترجیح اسی کو ہے کہ بہ ترکیب فارسی بجز کے ساتھ "کے" کا استعمال ہو جیسا کہ مہاراجہ چندو لال شاداں کے شعر میں ہے ۔ اس کے بالکل برخلاف اگر ترکیب فارسی نہ ہو تو اس حالت میں "کے" کا استعمال ضروری ہو جائے گا ۔ اگر "کے" نہ لایا جائے گا تو ناگوار ہوگا مثلاً

رضا علی وحشت ۔ نہیں پامالی عاشقاں بجز اک نظر کا معاملہ ۔ ترے اختیار کی بات ہے جو کرے یہ کام نگاہ کر

یہاں اگر "اک نظر" کی جگہ "یک نظر" ہوتا تو نہیں پامالی عاشقاں بجز معاملۂ یک نظر کافی ہوتا یعنی "کے" کی ضرورت نہ ہوتی مگر اردو ترکیب کے ساتھ "نہیں پامالی عاشقاں بجز ایک نظر کے معاملے کے" ہونا چاہیے تھا ۔ مگر وحشت کے شعر میں نہیں ہے اور اسلیے نادرست ہے ۔

بجائے کے متعلق عاشق دہلوی کے مندرجہ بالا شعر میں یہ بات توجہ طلب ہے کہ اگر اس کے مصرعہ ثانی میں "بجائے سر" بروزن مفاعلن ہوتا تو "کے" کا استعمال بالکل جائز ہوتا مگر عاشق نے "بجائے سر" بروزن مفاعیلن استعمال کیا ہے اور یہ بات نہایت درجہ ناگوار ہے ۔

(۳) "میرے" بجائے "اپنے"

انگریزی زبان میں نقل قول کی دو صورتیں جائز سمجھی جاتی ہیں یعنی ڈائرکٹ اسپیچ Direct Speech اور ان ڈائرکٹ اسپیچ Indirect Speech مثلاً زید نے اپنا ارادہ لکھنؤ جانے کا ظاہر کیا ہو تو ہم اسے دو طرح سے ادا کر سکتے ہیں ، ایک اس طرح کہ زید کہتا ہے کہ

"میں کل لکھنؤ جاؤنگا" دوسرے اس طور پر کہ "زید کہتا ہے کہ وہ کل لکھنؤ جائیگا" اور ترجیح دوسری قسم کو دی جاتی ہے۔

اردو زبان میں اس کے برخلاف ترجیح قسم اول کو دی جاتی ہے بلکہ جب تک انگریزی طرز بیان کی اشاعت نہ ہوئی تھی اسوقت تک کسی کو دوسری قسم کی عبارت لکھنے کا خیال بھی نہ ہوتا تھا۔

یہ حال تو ہوا صیغہ غائب کا۔ اب صیغہ متکلم کو لیجئے کہ انگریزی میں میرا اور تم کے ساتھ تمہارا اور ہمارا لازمی طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اردو میں میرا اور تمہارا دونوں کی جگہ ایک لفظ اپنا بولتے ہیں مثلاً انگریزی میں کہینگے۔

مجھکو میرا مکان پسند ہے مگر اردو میں بولینگے کہ مجھے اپنا مکان پسند ہے۔ یا ہمیں اپنا مکان پسند ہے یا مثلاً انگریزی میں کہینگے کہ [illegible] میں میرے مکان کو جاتا ہوں لیکن اردو میں یوں کہیں گے کہ میں اپنے مکان کو جاتا ہوں۔

اردو میں میرے کے بجائے اپنے کا استعمال غالباً محاورہ فارسی کے تتبع میں کیا جاتا ہے اسلئے کہ فارسی میں بھی "من بخانۂ من میروم" نہیں کہتے بلکہ "من بخانۂ خود میروم" بولتے ہیں۔ اردو میں خود کا ترجمہ اپنا اور اپنے کیا جاتا ہے اور صحیح کیا جاتا ہے۔

ہمیشہ نہیں بعض شعرائے اردو مذکورہ بالا قاعدہ کے خلاف بھی گئے ہیں مثلاً

غالب ؎ اور میں وہ ہوں کہ گر جی میں کبھی غور کروں ؎ غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

یہاں غالب نے "مجھے اپنی اوقات" کے بجائے "مجھے میری اوقات" نظم کر دیا ہے۔

بیباک شاہجہانپوری ؎ کس رکاوٹ سے کس اکراہ سے بیباک کیا ؎ آج معلوم ہوئی ہے مری اوقات مجھے

یہاں بیباک نے "مجھے اپنی اوقات معلوم ہوئی" کی جگہ "مجھے میری اوقات معلوم ہوئی" لکھدیا ہے لیکن ہم ان دو ایک مثالوں کو بطور سند قبول نہیں کر سکتے بلکہ غالب و بیباک کے سہو اتفاق پر محمول کرتے ہیں۔

تاہم ایک نکتہ ایسے مواقع پر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ جہاں کہیں اس بات کا شبہ ہو سکتا ہو کہ لفظ اپنے متکلم کے لئے استعمال کیا گیا ہے یا مخاطب کے لئے وہاں میرے کے بجائے اپنے ہرگز نہ لایا کرتے بلکہ میرے ہی کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً اس فقرے میں کہ مجھے اپنے گھر تک

جملہ سمجھا ہے "بیشک اپنے ہی کا استعمال صحیح ہے اسلئے کہ یہاں کوئی دوسرا مخاطب نہیں ہے اسکے برخلاف اس فقرے میں "مجھے میرے گھر تک پہنچا دیجئے" اپنے گھر کے بجائے میرے گھر بولنا ہی درست ہوگا اسلئے کہ "مجھے اپنے گھر تک پہنچا دیجئے" سے یہ مفہوم پیدا ہوجائیگا کہ شخص متکلم شخص مخاطب کے گھر پہنچنا چاہتا ہے۔

(۴) ملا کے بجائے پایا - اخفا بجائے مخفی - طول بمعنی طویل

سب کو معلوم ہے کہ اخفا مصدر عربی ہے بمعنی "چھپانا" اور طول اسم ہے بمعنی لمبائی لیکن اس بات کو بھی اردو زبان کے نوادر میں داخل سمجھنا چاہیے کہ اکثر اساتذہ نے مخفی کے بجائے اخفا اور طویل کے بجائے طول کو علی الدوام کے طور پر نہیں بلکہ بالکل جائز سمجھکر استعمال کیا ہو مثلاً:-

نسیم دہلوی ؎ طول بھی راہ عدم تھی کہ سکے تربت میں ⁂ پاؤں پھیلائے ہوئے تھے دوری منزل سے ہم

بیخود دہلوی ؎ دل میں چھپکر وہ ستم آرا رہا ⁂ حال میرا مجھ سے بھی اخفا رہا

علی ہذا القیاس پایا کو جو فعل متعدی ہے فعل لازم کی طرح بمعنی ملا استعمال کرنا بھی دہلی و آگرہ کے بعض مستند شاعروں کے نزدیک جائز بلکہ عوام دہلی و آگرہ کی زبان پر آجتک چڑھا رہی ہے مثلاً

میر ؎ ہمیں آہ میر کل ملا گئی ⁂ طرح اسمیں مجنوں کی سب پا گئی

قلق میرٹھی ؎ حرا لیا بھی تو ان کے برابر نہیں ہوتا ⁂ پاتے ہیں اگر آپ تو خنجر نہیں ہوتا

عاشق دہلوی ؎ مثل گرداب رہے چکر میں ⁂ در مقصود نہ پایا ہمکو

واضح رہے کہ مندرجہ بالا مثالیں نوادر سخن کی ہیں جنکے عام طور پر جائز سمجھنے اور بلا تکلف استعمال کرنیکو ہم کسی طرح مناسب نہیں سمجھتے۔ پاتے ہیں کی جگہ ملتے ہیں اور پایا ہمکو کے بجائے ملا ہمکو ہونا چاہیے تھا

(۵) افعال جمع کے ساتھ اسمائے وقت کا بھی جمع استعمال

اُردو زبان کا یہ قاعدہ سب کو معلوم ہے کہ عام طور پر اسماء اور افعال کے درمیان واحد جمع ہونے کی حالت میں باہمی مطابقت صرف اسمائے مونث کیلئے لازمی ہوتی ہے۔ اسمائے مذکر میں نہیں ہوتی، مثلاً عورت مونث ہے اسلئے "عورت آئی" اور "عورتیں آئیں" بولینگے یعنی جب اسم جمع ہوگا تو فعل

بھی جمع آئیگا۔ اسکے برخلاف مرد مذکر ہے اسلئے "مرد آیا" اور "مرد آئے" بولتے ہیں یعنی جمع کا اظہار صرف فعل ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ اسم دونوں حالتوں میں واحد ہی رہتا ہے۔

اس قاعدہ میں صرف ایک استثنا ہے وہ یہ کہ اگر اسم مذکر کے آخر میں الف[1] "یا "ہ" ہو تو فعل جمع کے ساتھ اسم کا بھی جمع ہونا لازم ہوگا مثلاً "گھوڑا آیا" اور "گھوڑے آئے" "مرتبہ بڑھا" اور "مرتبے بڑھے" اس استثنا کو "الف" کے حرف علت ہونے سے بھی کوئی تضاد نہیں ہے اسلئے کہ اسمائے مذکر کے آخر میں باقی حروف علت یعنی "و" اور "ی" کے ہونے سے بھی مذکورہ بالا قاعدہ کلیہ میں فرق نہیں پڑتا مثلاً "آنسو نکلا" اور "آنسو نکلے" "موتی ٹوٹا" اور "موتی ٹوٹے"۔

البتہ اسمائے وقت میں سے برس اور پہر کے مانند چند اسماء ضرور ایسے ہیں جو بعض حالتوں میں افعال جمع کے ساتھ "وں" کے ذریعہ سے جمع بنا دیئے جاتے ہیں اور نوادر سخن کا ایک نہایت دلچسپ نمونہ پیش کرتے ہیں مثلاً۔

ناسخ ؎ برسوں ہوئے سُنی نہیں تقریر یار کی ۔ دیکھی نہیں مہینوں سے تصویر یار کی

امیر مینائی ؎ زانو پہ اسیر سر کو رکھے ۔ پہروں گزرے کہ رہے ہیں۔

غور کیجئے کہ برس اور پہر دونوں مذکر ہیں انکے آخر میں "الف" یا "ہ" بھی نہیں ہے اسلئے عام طور پر بولتے بھی یونہی ہیں کہ "ایک برس ہوا" اور "دو برس ہوئے" یا "ایک پہر گزرا" "دو چار پہر گزرے" لیکن محاورہ زبان کی ندرت کو ملاحظہ فرمائیے کہ جب بلا تعین مدت بولینگے تو "برس ہوئے" یا "پہر گزرے" کے بجائے "برسوں ہوئے" اور "پہروں گزرے" ہی کہینگے جیسا کہ ناسخ اور امیر نے کہا ہے

(۶) بعض الفاظ جمع کی ندرت

اردو زبان کی خوبی اور فضیلت کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس زبان میں ہر غیر زبان کے ضروری اور مناسب الفاظ کو اپنے میں جذب کر لینے کی بہت بڑی گنجائش موجود ہے۔ جہاں بعض مفرد الفاظ بہ تغیر خفیف لوگوں کی زبان پر بے تکلف جاری ہو کر اردو بن گئے ہیں مثلاً اپیل۔ لالٹین۔ بگھی۔ پلٹن۔ بسکٹ وغیرہ وہیں بعض فارسی ہندی اور انگریزی

---

[1] بعض اسمائے غیر منصرف مثل صحرا۔ دریا وغیرہ کو اس قاعدہ سے خارج سمجھنا چاہیئے مثلاً "دریا بڑھا" اور "دریا بڑھے" "صحرا چھایا" "اور صحرا چھائے"

الفاظ میں فارسی لفظ "دان" یا ہندی لفظ "گھر" بڑھا کر مرکب نام بھی بہت لیے بنا لئے گئے ہیں
مثلاً اگالدان۔ روشندان۔ پائدان۔ کتاب گھر وغیرہ دیکھنے کے قابل بات یہ ہے کہ ترکیب
زبان کے مقابلہ میں جمہور کسی قانون اور قاعدے کی پابندی کو اپنے اوپر لازم نہیں سمجھتی۔
مثلاً فارسی اور ہندی الفاظ کی ترکیب عموماً ناجائز قرار دی جاتی ہے مگر اُگالا اردو دان
کو اگالدان بناتے ہیں اس قاعدہ کو کوئی بھی نہیں پوچھتا۔ علیٰ ہٰذا القیاس کہیں
کہیں غیر معروف الفاظ کو اردو بنا لینے کے لئے "گھر" کا لفظ زائد بھی لگا دیا جاتا ہے مثلاً اردو گھر
یا اسکول گھر وغیرہ۔ رشک کا مطلع ملاحظہ طلب ہے ؎

اے خدا طفل تمہاری ہوں نظر کے سامنے
گھر بنے ایسا کہ ہو اسکول گھر کے سامنے

(۷) مصدر "بھولنا" کے دو طریق استعمال

اردو مصدر "بھولنا" کا استعمال بھی خالی از ندرت نہیں ہے مثلاً۔

غالب ؎ یاد ہے تجھے بھول گیا ہو تو پتہ بتلا دوں
کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

یہاں "بھولنا" میں مصدر متعدی کی شان پیدا ہے۔ اس کے خلاف مصدر لازم کی
مثالیں ملاحظہ ہوں۔

رشک ؎ محبت کے سبق میں بے غرض ناقص و کامل ہے
کسی کو بھول جاتا ہے کسی کو یاد رہتا ہے

بھول جاتا ہے یعنی سبق بھول جاتا ہے سبق یاد نہیں رہتا۔

لاعلم ؎ یہ روز روز ترقی پہ حسن ہے اسکا
کہ شکل دیکھ کے بھول بھول جاتی ہے

شکل بھول جاتی ہے یعنی یاد نہیں رہتی۔

(۸) "مژہ" میں "ہ" کا اظہار خفی

مژہ ایک فارسی لفظ ہے اہل زبان اسکے آخر میں ہائے ہوز ہے اسکی پوری آواز
کو ظاہر کرنا خلاف فصاحت سمجھتے ہیں مثلاً نظیری ؎

مژہ را کشادہ دادن و رفتہ باز کردن ظاہر ہے کہ یہاں "مژہ" بروزن "نگہ" نہیں استعمال

کیا گیا اور مژہ میں "ہ" کا اظہار اگر ہے بھی تو نہایت خفی۔ فارسی میں لفظ فیصلہ کا استعمال
بھی قریب قریب اسی طریق پر ہوتا ہے۔ اور فارسی ہی پر کیا موقوف ہے اردو میں بھی
مومن خاں نے لکھا ہے ؎

تحسین سخن فہم ہے مومن صلہ اپنا

مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ فیصلہ و مژہ میں ایک فرق بھی موجود ہے وہ یہ کہ اردو میں
بشرط ضرورت شعر اور مزا اس کا ہم قافیہ بنا کر فیصلہ کے بجائے فیصلا بھی کہہ سکتے ہیں لیکن مژہ کو "مژا"
نہیں کہہ سکتے۔

فارسی زبان کی تتبع میں اردو کے بھی قریب قریب کل اساتذہ نے لفظ مژہ کے استعمال
میں "ہ" کے اظہار کو خفی ہی رکھا ہے مثلاً ؎

لکھنوی ؎ چھپتی پھرتی ہے گھٹا جب مژہ تر ہوتی ہے ؛ دیکھ گل چاندنی گلشن قدرت کی بہار
ناظم اسپدری ؎ مقدار یک قطرہ خون عشق نہیں دل ؛ حیراں ہوں کہاں سے مژہ خوننابہ فشاں ہے

غالب کے شاگرد درگی نے البتہ اس کا استعمال دوسری طرح بھی کیا ہے اور کہتے ہیں ؎

انکی نگاہ کھینچتی ہے تیغ بید ریغ ؛ دل میں مژہ چبھوتی ہے نشتر بری طرح

یہاں مژہ بروزن نگہ استعمال کیا گیا مگر ہر شخص اسکی ثقل کو با ندک تامل معلوم کر سکتا ہے

(۹) اپنے کا خاص استعمال خلاف محاورہ پنجاب

اہل پنجاب غالباً محاورہ انگریزی کے تتبع میں بسا اوقات لفظ "اپنا" و "اپنے" کو بہت بری
طرح استعمال کرتے ہیں مثلاً "میری ذاتی رائے یہ ہے" یا "خود میری رائے یہ ہے" کے بجائے انگریزی
مائی اون [illegible] کا ترجمہ قرار دیکر ان دونوں موقعوں پر میری اپنی رائے بولتے ہیں
اور اچھا نہیں کرتے جب سنہ [illegible] میں راقم حروف نے اقبال کے کلام میں اسی قسم کی بعض خرابیوں پر اعتراض
کیا تھا تو ایک صاحب نے جواب میں غالب کا یہ شعر سند میں پیش کیا تھا۔

میرا اپنا جدا معاملہ ہے ؛ غیر کے لین دین سے کیا کام

حالانکہ غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ غالب کے شعر میں لفظ اپنا محاورہ کی اسی ندرت کیساتھ

استعمال کیا گیا ہے جو سحر اور جلیل کے مندرجہ ذیل اشعار میں بدرجہ کمال پائی جاتی ہے مثلاً سحر ؎

آپنے جس رنگ میں ہیں خوش ہیں غرض صورتِ گل — مثلِ شبنم نہیں روتے کبھی خنداں ہوکر

یہاں آپنے کو خود یا ذات کے مفہوم سے ذرہ برابر بھی لگاؤ نہیں ہے بلکہ وہ ایک محاورہ ہے جسکی خوبی اہلِ زبان کے سوا دوسرے کی سمجھ میں نہیں آ سکتی یا مثلاً جلیل ؎

کوئی شمع کا حال دیکھے نہ دیکھے — لئے اپنے آنسو بہانے سے مطلب

یہاں بھی اگر کوئی "اپنے آنسو" کو شمع کے آنسو سمجھے تو اسکی سمجھ پر افسوس اور صد افسوس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

(۱۰) کون بجائے کس

کس کی جگہ "کون سی" یا "کون سے" پرانے لوگوں کی زبان پر آج تک جاری ہے مثلاً کہتے ہیں کہ "اب آپ کا مقدمہ کون سی تاریخ یا کون سے دن پیش ہوگا" کہیں کہیں اساتذہ نے "سی" کو بھی الگ کر کے بجائے صرف "کون" کا استعمال بھی جائز رکھا ہے مثلاً۔

نادر ؎ زندہ نہیں کرتے لبِ جاں بخش سے مجھکو — فرمائیے پھر کون مرض کی ہے دوا آپ

مرزا کلب حسین خاں نادر جو ناسخ کے شاگرد ہیں انکی زبان کے مستند ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، نوادرِ سخن کی اور مثالیں بھی انکے کلام میں خصوصیت کے ساتھ پائی جاتی ہیں مثلاً

(۱۱) "وہ خبر ہوا" بجائے "اسے خبر ہوئی"

نادر ؎ پہنچے تا آسماں مرے نالے — اپنے کوٹھے پہ وہ خبر ہوا

اس نادر محاورے کی مثالیں متاخرین کے علاوہ موجودہ شعراء کے کلام میں بھی ملتی ہیں مثلاً ؎

داغ ؎ دل کو نظروں سے گرا کر ہوئے آپ بے خبر — ایسے گرتے کو تو دیتے ہیں سہارا جھٹ پٹ

حسرت موہانی ؎ حال مرا تھا جب بتر تب نہ ہوئے تم خبر — بعد مرے ہوا اثر اب میں اثر کو کیا کروں

(۱۲) "خدا جانے" کی جگہ "معلوم" "کیا جانئے" اور "کیا جانے" "بجائے" اور صرف "جانے"

کافور: پامالی کسے دیکھی کہ باندھی تھی نقاب   کیوں کہا قاتل سے اس کے جوتی بھی زلف رسا [illegible]

محشر لکھنوی: وہ جھری کیا جانے دیپر سے گئی [illegible]   جس نے دیکھا ہو [illegible] وقت گھونگٹ [illegible] نہیں

حسرت موہانی: وہ دوش تک بھی ملنے نہ پائی چھٹی بالی   جو آنکھ [illegible]

تاج لکھنوی: آفت کا شوخ [illegible] کا شعر [illegible]   جانے مرتی [illegible] نگاہ [illegible] شعر ہا

(۱۳) نظر آیا کے بجائے دکھلائی دیا

لطافت: دو چشم ہو گئے لے حضرت موسیٰ بیہوش   کیسے دکھلائی دیا تھا سر طور آپ کو کیا

بعض لوگ دکھلائی دیا سے گریز کر کے نظر آیا ہی بول جاتے ہیں۔

(۱۴) ذرّہ بجائے ذرا

آباد لکھنوی: وہ رشک مہر جو رخ سے اٹھائے نقاب کو   ذرّہ غرور بھی نہ رہے آفتاب کو

ذرّہ غرور یعنی ذرہ برابر غرور۔ ذرا بھی دراصل ذرّہ ہی سے نکلا ہے اور اسی سبب سے ذال سے لکھا جاتا ہے۔

(۱۵) غلط و غلت کا استعمال

رسالہ معائب سخن میں لکھا گیا تھا کہ ت اور ط کا قافیہ بھی شش س ص وغیرہ کے عیوب اور قابل ترک ہے مثلاً۔ رشک نے

توقیت حساب کثرت اعداد وصل ہیں   کہتے ہیں ساعت نال کے گنتی غلت ہوئی

واضح ہو کہ اس غزل کے دیگر قوافی صفت سکت وغیرہ ہیں جن کی رعایت سے رشک نے غلط کو غلت کہہ دیا۔ مگر بعد میں علی عظیم صاحب لکھنوی کے توجہ دلانے پر معلوم ہوا کہ غلط اور غلت دونوں لغتہً صحیح اور بامعنی لفظ ہیں لیکن دونوں کے مفہوم اور محل استعمال میں نازک فرق ہے اگر گفتگو اور مضامین میں غلطی ہو جائے تو اسے غلط طائے حطی سے لکھنا چاہیئے اگر حساب میں غلطی ہو تو غلت تائے قرشت سے لکھنا چاہیئے۔ رشک کے شعر میں حساب اور گنتی کے الفاظ موجود ہیں، لہٰذا صفت وغیرہ کا قافیہ غلت بموقع

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالہ اردوئے معلیٰ کانپور

جلد رسالہ اردوئے معلیٰ بابت سنہ ۱۹۲۵ء و سنہ ۱۹۲۶ء مکمل مجلد للعہ

جلد رسالہ اردوئے معلیٰ بابت سنہ ۱۹۲۷ء و سنہ ۱۹۲۸ء و سنہ ۱۹۲۹ء مکمل مجلد للعہ

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی مع مقدمہ [illegible] عہ

کلیات حسرت موہانی یعنی مجموعہ دواوین حسرت از حصہ اول تا حصہ دہم مع ضمیمہ مکمل ہے

انتخاب کلیات حسرت مع ترجمہ انگریزی از [illegible] چھپا یا ٹائپ [illegible] بلد ید [illegible]

جلد رسالہ اردوئے معلیٰ بابت سنہ ۱۹۳۰ء مکمل للعہ بابت سنہ ۳۱ء عہ سنہ ۱۹۳۲ء عہ سنہ ۱۹۳۳ء عہ سنہ ۱۹۳۴ء عہ

انتخاب سخن از حسرت موہانی گیارہ جلدوں میں

یعنی اردو زبان کے جملہ مستند اور صاحب دیوان شعرا کے نایاب کلام کا انتخاب حسب تفصیل ذیل:-

انتخاب سخن جلد اول (سلسلہ شاہ حاتم) یعنی انتخاب دواوین بقا۔ رنگین۔ نثار۔ تاباں۔ بیدار۔ ماہر۔ اسیر۔ افسر۔ بیتاب۔ عشرت۔ طالب۔ معروف۔ شاہ نصیر قیمت ۱۰/

انتخاب سخن جلد دوم (سلسلہ ذوق) دیوان ذوق جملہ دواوین فارغ۔ رسا۔ جگر قیمت ۱۰/

انتخاب سخن جلد سوم (سلسلہ مومن) دیوان مومن۔ نسیم۔ تسلیم۔ و حسرت موہانی مکمل قیمت [illegible]

" جلد چہارم (سلسلہ مظہر) دیوان حسرت۔ یقین۔ حزیں۔ بشارع و بیان شاگردان مظہر قیمت ۴/

" جلد پنجم (سلسلہ جرأت) دیوان حسرت۔ استاد جرأت، دیوان جرأت۔ غضنفر۔ رفعت۔ رقت۔ رضوی۔ ہمت۔ الفت۔ معروف۔ محبت۔ جلال۔ مشتاق۔ بتاع۔ وحشت قیمت ۱/

" جلد ششم (سلسلہ مصحفی) دیوان مصحفی۔ مسرور۔ منتظر قیمت ۱۲/

" جلد ہفتم (سلسلہ آتش) دیوان آتش۔ صبا۔ حنا۔ ماہ۔ قمر۔ فروغ قیمت ۶/

" جلد ہشتم (سلسلہ امیر و اسیر) دیوان اسیر و امیر و جلیل قیمت ۱۲/

" جلد نہم (سلسلہ ناسخ) دیوان ناسخ۔ برق۔ جلال و آرزو قیمت ۱۲/

" جلد دہم (سلسلہ غالب) دیوان غالب۔ مجروح۔ سالک۔ حالی۔ ذکی۔ شعلہ۔ [illegible] قیمت عہ

" جلد یازدہم (اساتذہ متفرق) دیوان فغاں۔ راسخ۔ رونق۔ جمیم۔ ندرت۔ فانی۔ عزیز۔ [illegible] ۱۰/

دیوان شاہ حاتم ۲ دیوان میر درد و راسخ عظیم آبادی ۲ — دیوان علی میاں کامل لکھنوی ۸

دیوان سودا و میر درد ۲ دیوان میر سوز ۲ — دیوان نادر خشش بدایونی ۲

رسالہ محاسن سخن از حسرت موہانی ۶ — دیوان نوبت رائے نظر لکھنوی ۲

رسالہ معائب سخن از حسرت موہانی ۲ — رسالہ متروکات سخن از حسرت موہانی ۲

ملنے کا پتہ حسرت موہانی دفتر رسالہ اردوئے معلیٰ کانپور

۳۔ حضرت امام حسن حضرت امام زین العابدین حضرت ابو جعفر باقر محمد بن زین العابدین امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہم

۴۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب اور آپ کی ہمشیرہ مکرمہ حضرت صفیہ [illegible] کے بھتیجے سفیان بن حارث بن عبد المطلب۔

۵۔ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

۶۔ سعید بن معاذ الشہلی و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ۔

۷۔ ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپکا مزار مکہ معظمہ میں ہے اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار سرف میں ہے۔

۸۔ اسماعیل ابن حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔

۹۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ امام دار الہجرۃ۔

۱۰۔ حضرت امام نافع شیخ القراء۔

۱۱۔ قبۃ الحزن اسکے متعلق روایت تھی کہ یہ اس جگہ بنا تھا جس مکان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد رنج و غم میں تشریف رکھتی تھیں۔

جنت البقیع میں بہت کثرت سے قبہ جات و مظاہر تھے سنہ ۱۲۲۱ھ میں سعودی وہابیوں نے مدینہ شریف پر حملہ کرکے قبضہ کیا تھا تب سب کو منہدم کر دیا تھا۔ اسکے بعد مندرجہ صدر قبہ جات پھر دوبارہ بننے پائے تھے کہ سنہ ۱۳۴۴ھ میں جسطرح اسے برباد کیا گیا ہے اسکا ذکر اوپر آچکا ہے خدمت و تعصب کے بعد فہم نصوص شرعیہ میں جسقدر اب تک مسلمانوں نے نقصان اٹھایا ہے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں آپس میں تفریق پیدا ہوئی۔ تفریق نے ضعف پیدا کیا ضعف کیوجہ سے وہ نہ تو تبلیغ اسلام غیر مسلمین میں پوری طرح کر سکے نہ اپنا فتح کیا ہوا حصہ ملک باقی رکھ سکے اور اس صدی میں نتیجہ یہ نکلا کہ سب کچھ ان کے پاس سے جا چکا ہے۔ اس وقت قریب تمام دنیا میں جہالت افلاس و ادبار اور قبضہ کفار ان پر

مسلط ہے ۔

پڑھے لکھے ذہین سے جاہل ہیں مگر خود کو جاہل نہیں سمجھتے۔ صوفی خلوص و للہیت
اور ذوقِ قلبی سے خالی ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ ہم سے زیادہ کوئی مقبولانِ الٰہی سے نہیں
اُمراء کوئی خاص اقتدار نہیں رکھتے نہ سرمایہ رکھتے ہیں مگر سمجھتے ہیں کہ ہم سے زیادہ کون
ہم روپیہ کے زور سے جو چاہیں گے کرالیں گے ۔ تینوں عوام میں اپنا اثر و اقتدار
بڑھانے کی کوشش میں مصروف ہیں مگر عوام میں کوئی کسی کا تابع ہو کر رہنا نہیں چاہتا
ہر شخص اسی کوشش میں مصروف ہے کہ میں لوگوں کو اپنا تابع فرمان بنا کر رکھوں اور خود
آزاد رہوں اپنی آزادی کی کوشش میں مصروف ہے۔ بیچارے ناسمجھ جاہل
بے افسر فوج کی طرح ہے جن کا کوئی نقطۂ نگاہ نہیں کبھی کسی کے تابع ہو جاتے ہیں اور
کبھی کسی کے۔ جسے چھوڑ پڑے دشمن بن گئے جسے پکڑا چند دنوں صرف زبانی
ساتھ دیا مگر عمل سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ عالم نما جاہلوں کے اختلاف نے
دنیا کو تباہ کر رکھا ہے بتوں کے انہدام میں ان کی جہالت آمیز روش پوری طرح
ظاہر ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ چند سطریں اس پر لکھ دی جائیں ۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی
طرح مسلمان اپنے بزرگوں کی قبر پر کوئی عمارت وغیرہ نہ بنائیں۔ بلکہ اپنی قبروں
کو ان سے ممتاز رکھیں لیے ایک ہاتھ اونٹ کے پیٹھ کی طرح بنا دیں یا برابر
کچھ بلند رکھیں۔ اسی لیے آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ حکم دیکر قبرستان
بھیجا تھا کہ وہاں جا کر جتنی اونچی اونچی قبریں ہیں انھیں نیچی کر دیں آپ نے
جا کر تعمیل فرمائی۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہرگز ہرگز اس سے یہ منشاء نہ تھا کہ قبریں
اس طرح مٹا دی جائیں کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہے ورنہ آپ خود قبروں پر
پتھر کے نشان نہ بناتے جس سے وہ پہچان لی جائیں۔ اور عبرت کے لیے قبرستان
نہ جاتے نہ وہاں جا کر دعا وغیرہ فرماتے حالانکہ یہ سب کچھ آپ سے بہت زیادہ

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ کیونکہ جب آپ کا یہ منشا رہوتا کہ قبروں کا نام ونشان باقی نہ رہے تو پھر اُن افعال کے کوئی معنے نہیں۔ آپ کے قبروں پر خاص نشانات بنانے سے یہ ثابت ہے کہ آپ بعض قبروں کو اوروں میں ممتاز رکھنا چاہتے تھے۔

قبّے اور عمارت کے معاملہ میں دیکھنے کی ضرورت تھی کہ یہود و نصاریٰ کسطرح قبروں کو بناتے ہیں۔ اُن کی یہ روش عام طور پر سب کو معلوم ہے کہ وہ مُردوں کی چھاتی پر یا تو بڑے بڑے مینار اُٹھاتے ہیں یا قبریں بہت اونچی رکھتے ہیں اور اپنے بڑے بڑے لوگوں کی قبروں پر بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہیں۔ اور میلہ کرکے کھیل کود لہو ولعب اور غفلت میں خاص و عام سب مشغول رہتے ہیں ان سب باتوں سے حضور کی ممانعت ثابت ہے۔ پس ہمیں اُن کے خلاف کرنا چاہیئے قبر کا مسقف اور حجرہ کے اندر رہنا صحابہ رضوان اللہ علیہم کے اجماع سے ثابت ہے کیونکہ حضور کو حجرہ شریف میں دفن کیا گیا اور کسی نے آج تک اسکے خلاف نہیں کیا کہ آپ کی قبر شریف آسمان کی چھت کے نیچے کردی جائے اور مسقف نہ رکھا جائے۔ پس ہر بزرگ کی قبر جنکے یہاں عام طور پر لوگ استفاضہ کے لئے جاتے ہوں اگر اُن کی آسائش و آرام کے لئے مسقف کردی جائے یا گمبد بنا دیا جائے یا پختہ چبوترہ یا قبر کو اوپر سے پختہ کردیا جائے جس سے زیادہ زمانہ تک محفوظ رہ سکے اور جانے والوں کو آرام ملے تو کوئی مضائقہ نہیں یہ بدعت نہیں کیونکہ بدعت اس شئے کو کہتے ہیں جو دین سے نہیں مگر اُسے دین سمجھا جاتا ہے۔ انھیں گنبدوں اور پختہ قبروں کو دین کی بات اگر سمجھ لیا جائے تو یہی بدعت ہو جائے گی۔ عرسوں میں لوگوں کا جمع ہونا عیسائی اور یہودیوں کی عید کیطرح نہیں کیونکہ وہاں ذکر تسبیح تہلیل اور تلاوت قرآن شریف وغیرہ بھی ضرور ہوتا ہے۔ جاہل اور ناسمجھ اگر بعض ناشائستہ افعال کرتے ہیں تو اس سے حلقۂ ذکر میں کوئی خرابی نہیں آجاتی اور اسکا منع کرنا گویا بہترین افعال سے منع کرنا ہے

جو حرام ہے اور ناشائستہ افعال کی روک ٹوک ہر مسلم پر فرض ہو گی۔

اگر کوئی شخص اتباعِ رسول میں بالکل سادگی اختیار کرتا ہے اور کوئی بات ایسی نہیں کرنا چاہتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا یا عرسوں کے عام مجامع اُسے پسند نہیں آتے یا قبر میں بھی وہی سادگی اور خامی رکھنا چاہتا ہے جو قرونِ اولیٰ کا طرۂ امتیاز تھا تو وہ بہت اچھا ہے کرے اور ضرور کرے مگر اُسکے یہ معنی نہیں کہ اور مسلمان جو کچھ اُسکے خلاف کر رہے ہیں اور اُسکی شرعی توجیہیں ہو سکتی ہیں وہ چھوڑ کر اُن تمام باتوں کا دشمن ہو جائے جو اُسکے مرتکب ہوں انھیں بدعتی دوسرے الفاظ میں گمراہ ناری اور درصورت اصرار کافر مستحق خلود نار اور اُنکی بیویوں کو حرام لڑکے سب حرامی۔ اُسکے جان و مال مباح سمجھنا سخت جہالت اور بیہودگی ہے اللہ محفوظ رکھے اور نیک توفیق عطا فرمائے۔

یہ صورت نما مولوی جاہل یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی کوشش کرنا اس سے زیادہ فرض ہے کہ ان کو معمولی باتوں کے ارتکاب کیوجہ سے زبردستی بدعتی و مشرک سمجھا جائے اور وہ اپنے افعال پر اصرار کریں تو طرفین سے جنگ و جدل گرم کی جائے سمجھدار اور تعلیم یافتہ کا فرض ہے کہ کبھی کسی چیز مٹانے کی کوشش نہ کرے جن میں جواز کا پہلو ہو اور اُس سے لوگوں کی دلشکنی ہوتی ہو کیونکہ یہ بہت بری چیز ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ جہاں انسانی فہم و سمجھ کا تعلق ہو وہاں اختلاف نہ ہو۔ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ ایسی جگہ فرض انسانی ہے کہ آدمی دوسرے کو معذور سمجھے اور امت میں تفرقہ کا باعث نہ بنے۔ نجدیوں کی جہالت پر افسوس آتا ہے کہ وہ ایسی ذرا سی بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہدام قبب کی کوئی قطعی نص اُن کے پاس ہے جس سے دنیا کے تمام مسلمان جاہل ہیں افسوس صد افسوس۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لایا کرتے تھے اور تمام اہل بقیع کے لیے دعا فرماتے تھے بلکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کا آپ کو حکم دیا تھا ۔ امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کو آپ کا رب حکم دیتا ہے کہ آپ بقیع جائیں اور اُنکے لئے استغفار کریں اور آپ نے اُمّ قیس بنت محصن کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا تمہیں کیا یہ مقبرہ نہ لے چلیں انھوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ضرور لے چلیے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہاں سے ستر ہزار (کثرت سے) آدمی اٹھائے جائیں گے اُن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہونگے اور بلا حساب جنت میں داخل ہونگے ۔

عام طور پر اہل مدینہ جمعرات کو بقیع کی زیارت کے لیے جایا کرتے ہیں مگر حاجیوں کو چاہیے کہ وہ روزانہ وہاں حاضری دیا کریں اور جب داخل ہوں تو کہیں ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ یہ دعا وہاں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے ۔ جمعہ کی صبح خصوصیت سے وہاں تشریف لے جاتے تھے زیارت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ابتدا کرنا چاہیے اسکے بعد تمام مشاہیر صحابہ واہل بیت و ازواج مطہرات وغیرہ کے مزارات پر جانا چاہیے ۔ اور موقع ملے تو مسجد فاطمہ رضی اللہ عنہا بیت الاحزان کی جگہ جا کر نماز پڑھے اور خصوصیت سے فاتحہ پڑھے بعض روایتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہاں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مزار مقدس ہے ۔

جنت البقیع کے باہر مزارات

مدینہ طیبہ طاہرا میں بقیع سے خارج جو مزارات ہیں اُن میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں آپ کا مزار داخل مدینہ میں ہے ۔ اور شیخ علی عریضی رضی اللہ عنہ کا مزار شرقی مدینہ میں ایک گھنٹہ کی مسافت پر ہے ۔ اور دیار عشرہ میں سیدنا ملک بنت حضرت سید احمد

۔۔۔۔فی کا مزار ہے سلطان محمود خاں نے اُن کی عمارت بنوائی تھی۔ اور باب شامی سے باہر سید زکی الدین اور سید ابو شجاع کے مزارات ہیں۔ یہ فقہاء شافعیہ میں سے ہیں نور الدین شہید اصفہانی کا مزار شرقی جانب مسجد کے ہے۔

جنگِ اُحد

احد ایک پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کے قریب مسلمانوں کا دوسرا غزوہ ہوا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر صحابہ کو حضور کی نافرمانی کی سزا دی تھی۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے۔ مختصر حال یہاں کا اور اس جنگ کا بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ ناظرین بصیرت کے ساتھ اُحد اور اُسکے قرب وجوار کی زیارت سے مشرف ہوں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لائے تب پہلی لڑائی جو کافرینِ مکہ نے مقام بدر پر لڑی اُسکا نام غزوہ بدر ہے بدر میں مسلمانوں کو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی اور مکہ والوں کو اس سے اتنی بڑی ذلت نصیب ہوئی کہ وہ لوگوں کے سامنے سر نہیں اُٹھا سکتے تھے ان کے بڑے بڑے مغرور سردار ایسے لوگوں کے ہاتھوں اس بُری طرح مارے گئے کہ جنکے ہاتھوں قتل ہونے کو اُن کا غرور اجازت نہیں دیتا تھا اس کا اثر تمام قریش پر تھا اُن سب کا سردار ابو سفیان بن حرب کو اس وجہ سے بنایا گیا تھا کہ تمام سردار بدر میں مارے جا چکے تھے انھوں نے تین ہزار کی جمعیت فراہم کی جسمیں قریش اور ان کے دوسرے دوست قبائل کے لوگ تھے۔ اور عورتوں کو ساتھ لیا تاکہ وہ بھاگنے والوں کو بزدلی سے روکیں اور لڑنے والوں کی ہمت بڑھائیں زخمیوں کی مرہم پٹی کریں۔ یہ سامان کر کے ابو سفیان مدینہ روانہ ہوا اور جبل اُحد پہونچکر مقام عینین پر جو اسی کے مقابل پہاڑ ہے۔ ڈیرہ ڈال دیا۔ یہ ہجرت کے تیسرے سال کے

شوال کا واقعہ ہے۔
آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے نکلکر مقابلہ کرنا چاہیے یا مدینہ میں مقیم ہو کر ؟ بعض لوگوں کی رائے تھی کہ مدینہ سے نکلنا مناسب نہیں قلعہ بند ہو کر سب کو رہنا چاہیے جو لوگ مدینہ دشمنوں میں آئیں انپر عورتیں کوٹھوں سے ڈھیلے ماریں اور مرد باہر سے مقابلہ کریں - اس رائے کا عبد اللہ بن اُبیّ منافق مؤید تھا - مگر بڑے بڑے صحابہ نے اُسے پسند نہ کیا اور خصوصیت سے وہ لوگ شریک رہے جو بدر میں شرکت نہ کر سکتے تھے - اس رائے کے طے ہونے کے بعد حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ اور لڑائی کے کپڑوں سے آراستہ ہو کر باہر تشریف لائے اور ایک ہزار اصحابہ کے ساتھ اُحد روانہ ہو گئے - مدینہ طیبہ طاہرہ میں جو لوگ مقیم تھے اُن کی امامت کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا کو مدینہ میں چھوڑا تاکہ جو لوگ وہاں ہیں ان کی امامت کریں جمعہ کے دن لشکر کے ساتھ آپ روانہ ہوئے مقام شوط پر پہونچے تو عبداللہ بن ابی منافق ایک تہائی لشکر کو لے کر آپ سے علیحدہ ہو گیا اور کہنے لگا تم لوگ ہماری رائے مانتے نہیں دوسروں کی باتیں سنتے اور ملتے ہو - عبداللہ بن عمرو بن حرام صحابی اُسے سمجھاتے اور لوٹ آنے کے لیے بہت کچھ آمادہ کرتے رہے اور کہتے رہے کہ لوٹ آؤ خدا کے لئے لڑو اور دشمنوں کو دفع کرو اُس نے جواب دیا کہ اگر ہم جانتے کہ تم لوگ لڑوگے تو واپس نہ آتے انھوں نے اُسے بُرا کہا اور لوٹ آئے -
حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے انصار نے دریافت فرمایا کہ یہود ہمارے حلیف ہیں اگر ارشاد ہو تو اُن سے مدد لیں آپ نے انکار فرمایا اور روانہ ہو گئے کچھ دور چلکر مقام شعب میں اُترے اور اُحد پہاڑ پشت پر تھا - لوگوں کو قتال سے اُسوقت تک ممانعت فرمادی تھی جبتک حکم نہ دیا جائے - شنبہ کے صبح سب لوگ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے سات سو آدمی تھے ان میں سے پچاس سوار تھے

مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے لئے کھودا ہوا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
دیکھا تو جلدی سے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور طلحہ ابن عبید اللہ نے گود میں لے لیا۔
آپ کے سامنے حضرت مصعب بن عمیر شہید ہوئے ان کا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے اپنے ہاتھ میں لیا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے خود کے جو حلقے چہرۂ
مبارک میں گھس گئے تھے اسے حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانت سے
جو نکالا تو دو دانت ٹوٹ گئے خون کسی طرح بند نہ ہوتا تھا حضرت مالک بن
سنان حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد ماجد اسے چوس رہے تھے
آپ مشرکین کے سامنے تھے وہ آپ کو دیکھ رہے تھے دس مسلمان آپ کے
بچانے کے لئے آئے مگر سب شہید ہوئے اخیر میں حضرت طلحہ نے لوگوں کو دفع
کرنا شروع کیا اور حضرت ابو دجانہ نے اپنی پشت مبارک آپ پر حائل کر دی
تیروں نے چھلنی کر دیا انھوں نے حرکت بھی نہ کی۔ اسی حالت میں ایک آواز
شیطان نے دی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اسے بہت سے مسلمانوں نے
بھی سنا اکثر ان میں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ انس بن النضر کچھ مسلمانوں کے
پاس سے گذرے وہ ہاتھوں کو روکے ہوئے تھے انھوں نے ان سے کہا کہ کیا
انتظار کرتے ہو انھوں نے جواب دیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے
پھر کہا کہ تم زندہ رہ کے کیا کرو گے اٹھو لڑو اور مر جاؤ وہ لوگوں پر ٹوٹ پڑے
سعد بن معاذ سے ملاقات ہوئی ان سے کہا کہ مجھے احد کے کنارے سے جنت کی
خوشبو آرہی ہے۔ اس کے بعد لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے زخموں کا
شمار جو کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ستر زخم ہیں۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف زخمی ہوئے
بیس زخم جسم پر آئے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب مسلمانوں کی طرف
متوجہ ہوئے تو سب سے پہلے کعب بن مالک نے خود کے نیچے سے آپکو پہچانا
اور بلند آواز سے چیخے کہ مسلمانو! بشارت ہو کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش رہیں تھوڑی دیر کے بعد سب کو اطلاع ہو گئی

کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فلاں مقام پر قیام فرما ہیں جیسے جیسے اطلاع
ہوتی تھی لوگ آپ سے ملنے جاتے تھے ۔ یہاں تک کہ سب آ کے آپ کے
گرد پہاڑ کے قریب شب میں جمع ہو گئے ۔

ابی ابن کعب مکہ کا ایک شخص آپ کا سخت دشمن تھا ۔ ایک گھوڑا پال رکھا تھا جس کا
عود نام رکھ چھوڑا تھا ۔ اسے چارہ دیتے وقت کہا کرتا تھا کہ میں اس پر آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کروں گا ۔

آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا آپ پر آ رہا ہے جب آپ کے
قریب آیا تب حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اپنے نشانہ کے لیے اس کی گھانٹی کے
نیچے والے گڈھی (ترقوۃ) میں اس طرح مارا کہ وہ اندر پیوست ہو گیا اور اس نے
یقین کر لیا کہ میں اسی میں مروں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لوٹتے وقت مقام سرف میں
وہ مر گیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ پہاڑ کی ایک چٹان پر چڑھ
جائیں مگر کمزوری کی وجہ سے آپ چڑھ نہ سکے حضرت طلحہ بیٹھ گئے ان پر سے
آپ اوپر چڑھے نماز کا وقت آ چکا تھا لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ نے نماز پڑھی
اس دن آپ انصار کے جھنڈے کے نیچے تھے ۔

مسلمانوں نے مشرکوں کے جھنڈے بردار کو قتل کر دیا تھا اس لیے علقمہ حارثیہ
کی بیٹی عمرہ نے لیے ہوئی تھی اسی کے نیچے تمام مشرکین جمع تھے ۔

جب لڑائی ختم ہو گئی تو اس پہاڑی کے پاس جس پر مسلمان جمع تھے ابوسفیان
آیا اور دریافت کیا کہ کیا تم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں ۔ کیا تم میں ابو قحافہ
(ابوبکر صدیق رض) ہیں کیا تم میں عمر بن الخطاب ہیں کسی نے جواب نہیں دیا اس پر
آپ نے ساتھیوں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے انہیں ختم کر دیا ۔ یہ سن کر
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خاموش نہ رہا گیا ۔ آپ نے فرمایا او خدا کے دشمن جن کا
ابھی تو نے ذکر کیا ہے وہ سب زندہ ہیں اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے [illegible] باقی رکھا
ہے جو تکلیفوں میں مبتلا کرے گا ۔ ان تینوں کو اس لیے دریافت کیا تھا کہ وہ سمجھتا تھا

کہ اسلام انھیں تینوں کی وجہ سے قائم ہے۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ آج کا دن بدلہ بدر کا دن برابر ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں کیونکہ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول آگ میں آج کا دن ہمارے بلاء و امتحان کا تھا اُسکے ذریعے سے اللہ تعالیٰ جل شانہ مسلمانوں اور منافقین کو جانچا اور منافقین کو ہم پر ظاہر کر دیا اب ہم سب نہایت آسانی سے انھیں جن کی زبان پر تو اسلام ہے مگر دل میں کفر ہے بہت آسانی سے پہچان سکتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا اُسے شہادت سے مشرف فرمایا۔

مدینہ شریف سے احد تک

مدینہ شریف سے شمال کی طرف اُحد ہے جو صاحب جائیں گے انھیں آبادی کے باہر کچھ دور ٹھیک راستہ ملیگا دہیں کھیت وغیرہ کچھ نہ ہو گا اُسکے بعد ٹیلا اور پتھر ملا راستہ ملیگا داہنے بائیں باغات جیسے کنویں۔ کھیتوں کے سینچنے کے لیے رہٹ بہت سی بہت سے اُن میں سے بیکار رہوں گے ہوا نے ریتہ ڈالکر بعض بعض کو الگ کر دیا ہو گا بائیں طرف قبۃ العتیق ہے یہ وہ مقام ہے جہاں ایک صحابہ نے گھوڑدوڑ کی حد مقرر فرمائی تھی اور بائیں جانب دو قبوں کی ایک مسجد ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہو کہ اس جگہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے احد کی لڑائی کے لیے جسم مبارک پر زرہ زیب تن فرمائی تھی مگر یہ متفقہ نہیں جیسا کہ اوپر گذرا کہ آپ نے اپنی زرہ گھر میں پہنی تھی۔ اور دوسری مرتبہ جبل احد کے نیچے شعب میں لڑائی کے دن پہنی تھی راستہ میں ایک اور مسجد ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ اُحد سے واپسی میں آپ نے اس میں استراحت فرمائی تھی۔ اسی مسجد کے ایک گوشہ میں ایک جگہ ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں پشت مبارک سے تکیہ لگایا تھا۔

اسی راستہ پر جبل سلع ہے جس پر پتھر میں کھدا ہوا ہے اَمسٰی و اَصبح عمرو ابوبکر

یشکوان الی اللہ من کل مایکرہ (یعنی صبح اور شام کے عمرو ابوبکر اللہ تعالیٰ سے شکوہ کرتے تھے ہر اُس چیز کا جسے بُرا سمجھتے تھے) اسی طرح پہاڑ میں یہ الفاظ بھی کھدے ہوئے ہیں "یقبل اللہ عمر اللہ یعامل عمر بالمغفرۃ یعنی قبول کرے اللہ عمر کو اللہ تعالیٰ عمر کے ساتھ مغفرت کا معاملہ کرے ماہرین آثار قدیمہ نے اس عبارت کی بابت فیصلہ کیا ہے کہ یہ پہلی صدی کی تحریر خط کوفی میں ہے۔ اور جاتے وقت جبل سلع بائیں ہاتھ کی طرف پڑتا ہے اور یہاں سے ذرا داہنی طرف مڑ کر راستہ احد ہے جانے والے کے پیچھے یہ چھوٹ جائے گا اور احد بالکل نظروں کے سامنے ہوگا۔

مسجد سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

یہ مسجد بہت مضبوط بنی ہوئی ہے اور ہر قسم کے زیب و زینت سے خالی ہے اسکے نیچے پانی جمع ہے دو دروازہ اسمیں اندر جانے کے لیے لگے ہوئے ہیں۔ یہ پانی ایک نہر کے ذریعہ سے جو مدینہ شریف سے چار گھنٹے کی راہ ہے آتا ہے اسے سلطان عبدالحمید خان کے حاجب نے بنوایا تھا اس مسجد سے جو مزار حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تک نہایت عمدگی کے ساتھ عمارت بنی تھی اسپر پردہ پڑا رہتا تھا۔ یہ پردہ مصر سے غلاف کعبہ کے ساتھ آتا تھا۔ اب یہاں کچھ نہیں تنہا میدان میں صرف ایک قبر بلا گنبد و عمارت ہے جسپر ایک نجدی سپاہی کھڑا رہتا ہے جو زائرین کو نہ وہاں بیٹھنے دیتا ہے اور نہ کوئی اور بات نجدی عقیدے کے خلاف کرنے دیتا ہے اسی قبر کے قریب ایک چھوٹے سے احاطہ میں گنج شہیداں ہے۔ اسی کے متصل وہ مقام ہے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے یہاں بھی ایک نہایت عمدہ عمارت بنی ہوئی تھی جسے نجدیوں نے منہدم کر دیا۔ اب جس جگہ مزار مقدس ہے وہاں تقریباً بیس سال کے بعد جبکہ پانی کی طغیانی میں نعش مبارک کھل گئی تھی نقل کر کے دفنا

کی گئی تھی۔

کتب سیر میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جبل رماۃ میں جسکا دوسرا نام جبل عینین ہے شہید ہوئے تھے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہاں سے اُٹھا کے ربوہ میں دفن کریں پھر تین سو سال کے بعد اس جگہ دفن کئے گئے جہاں اب مزار مقدس ہے۔

گنج شہیداں احد کے قریب نہر ہے اسکا نام عین الثنایا ہے جید سیڑھیوں سے اتر کر پانی ملتا ہے جو نہایت شیریں ہے اُسکے قریب قبۃ الثنایا تھا یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا مگر علمی طریقہ پر اسکی کوئی شہادت نہیں صرف مدینہ والوں کی شہرت کی بنا پر قبہ بنا دیا گیا تھا۔ اسی طرح ایک چھوٹی سی مسجد بھی اُس جگہ بنی ہوئی ہے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے اسکی بھی معتبر سند نہیں اسکے قریب ایک کھاری پانی کا کنواں ہے۔ اس سے کچھ دور جبل اُحد ہے اسکے سامنے جبل عینین ہے درمیان میں وادی ہے اور بالکل پہاڑ سے متصل ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ یہاں ایک آیت قرآنی نازل ہوئی تھی مگر صاحب وفاء الوفا نے اسکی تردید کی ہے اسوقت تمام قبے منہدم ہیں اور مکانات بوسیدہ اور پانی کے نل اور دیگر آبادی و ضروریات کے سامان کے برائے نام آثار باقی ہیں۔ یہاں ماہ رجب میں تمام مدینہ والے آکے دس پندرہ دن قیام کرتے تھے اور محفل میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے تھے اس لیے مکانات و دیگر سامان ضرورۃ کر لیے گئے تھے جب سے نجدی حکومت کا قبضہ ہوا تب سے یہ سب باتیں جاتی رہیں رفتہ رفتہ جو آبادی تھی وہ بھی مٹ گئی۔ اب ہو کا عالم ہے

مساجد مدینہ

مسجد قبا۔ آیہ کریمہ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ

تقویٰ پر قائم کیا ہو (جس مسجد کی تعمیر تقویٰ پر پہلے دن سے ہوئی ہے وہ اسکی زیادہ
مستحق ہے کہ اس میں قیام کریں) اس آیت کریمہ کے مصداق کی بابت علماء
کا اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ وہ مسجد قبا ہے ظاہر ہی آیت بھی اس کو
چاہتی ہے مگر مسجد نبوی شریف کی فضیلت میں امام مسلم نے حضرت ابو سعید
خدری سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے
دریافت کیا گیا کہ اسس علی التقویٰ سے کون سی مسجد مراد ہے حضور نے ارشاد
فرمایا کہ یہی تمہاری مسجد ہے امام احمد اور امام ترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے
کہ دو آدمیوں نے مسجد اسس علی التقویٰ کے بارے میں اختلاف کیا ایک کہتا تھا
کہ وہ مسجد قبا ہے ان دونوں نے آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ وہ یہی
مسجد ہے اور دوسری بھی ہے یعنی مسجد قبا بھی دونوں روایتوں کا مطلب ایک ہی ہے یعنی ہر ایک مسجد
کی تعمیر تقویٰ پر ابتدا سے ہوئی ہے اور دونوں آیت سے مراد ہیں حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مدینہ کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ لوگ مسجد قبا
ہی نہ سمجھیں۔

امام بغوی نے ذکر کیا ہے کہ چند انصاریوں نے مسجد تعمیر کرائی تھی۔ ان سے ابو عامر
نے کہا کہ تم لوگ بھی ایک مسجد بناؤ اور جہاں تک ہو سکے خوب اچھی طرح تیاری
کر کے قوت حاصل کرو میں قیصر روم کے پاس جا رہا ہوں وہاں سے رومی لشکر
اپنے ساتھ لاؤں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ سے
نکال دوں گا۔ جب مسجد تیار ہو گئی تو وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے مسجد بنائی ہے چاہتے ہیں کہ
اس میں آپ چل کر نماز پڑھیں اور برکت کے لیے دعا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے
آیت نازل فرمائی کہ یہ مسجد ضرار ہے اس میں آپ ہرگز نماز نہ پڑھئے عرصہ ہوا کہ اس
مسجد کا نام و نشان مٹ گیا مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک آبادی تھی
جسے عالیہ اور قبہ کہتے تھے اب پرانے مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں انصار

کے چند خاندان آباد تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے
جب یہاں تشریف لائے تو تمام خاندان انصار جوش عقیدت میں اپنی اپنی آنکھیں
فرش راہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے لوگ جوق جوق آگرا اور رسالت سے فیض پاتے
ان کی خاطر سے آپ نے چودہ دن یہاں قیام فرمایا۔ کلثوم بن الہدم انصاری کی
ایک زمین افتادہ پڑی تھی وہاں ان کی کھجور خشک ہوا کرتی تھی اسی پر آپ نے
دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی اور مسجد کی تعمیر کے لیے بھاری بھاری پتھر
کو دوش مبارک پر اٹھا کر رکھا عقیدت مند حضرات منع کرتے تھے اور آپ ان کی
خاطر سے باز آجاتے تھے مگر پھر اٹھاتے تھے پتھر کے اٹھانے میں بعض مرتبہ آپ کی
کمر مبارک خم ہو جاتی تھی عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شاعر بھی آپ کے ساتھ
شریک تعمیر تھے کام کرنے والوں کی تھکن مٹانے کے لیے اشعار پڑھتے تھے جن کے
چند مصرعے یہ ہیں أَفْلَحَ مَنْ يُعَالِجُ الْمَسَاجِدَا وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَائِمًا وَقَاعِدًا
وہ کامیاب ہے جو مسجد بناتا ہے اور اٹھتے بیٹھتے قرآن شریف پڑھتا ہے
وَلَا يَبِيتُ اللَّيْلَ عَنْهُ رَاقِدًا ۔ آپ بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے جاتے
اور رات کو اس سے الگ ہو کر نہیں سوتا
تھے۔ قبا میں آپ کا چودہ دن کا قیام رہا یہ اسلام کی ترقی کی خاص ابتدا ہے۔ مسجد
کی تیاری کے بعد ہمیشہ آپ کا معمول رہا کہ آپ ہفتہ میں ایک بار تشریف لیجایا کرتے
تھے تمام اہل قبا اسمیں نماز ادا کرتے تھے ان کی امامت حضرت معاذ بن جبل انصاری
رضی اللہ عنہ ہوا کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد صحابہ اس مسجد کی زیارت
کے لیے تشریف لیجایا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے حضرت سالم ابو حذیفہ
رضی اللہ عنہ کے غلام مہاجرین اولین کی یہاں امامت کرتے تھے ان میں حضرت
ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہوا کرتے تھے۔ آپ کی تعمیر کے بعد عبد الملک بن
مروان نے اسمیں زیادتی کی اسکے بعد عمر بن عبد العزیز نے اسکی تجدید میں حصہ
تعمیر میں حصہ لیا ان کا ذکر تاریخی حالات میں مفصل آئیگا۔

اس مسجد میں محراب منبر رخامی مأذنہ اور کنواں خاص حجرہ بنا ہے کہ جو ان حضرت ابو ایوب

انصاری کی طرف منسوب ہے اور اس کے قریب کچھ درخت ہیں اور یہیں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے۔ یہاں ایک جگہ بنی ہوئی ہے جسکے متعلق مشہور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ناقہ مبارک یہاں بیٹھا تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں آیہ کریمہ لمسجد اُسس علی التقویٰ نازل ہوئی تھی مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ امام طبری نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لارہے تھے جب ذی اوان پہونچے جو ایک دن کے فاصلہ پر مدینہ شریف سے ہے تب آیہ کریمہ مذکور نازل ہوئی۔ یہیں مسجد ضرار کے لوگ آپ کی خدمت میں آئے تھے اب تبوک جارہے تھے اُن سے فرمایا کہ میں سفر پر جارہا ہوں وہاں سے واپس ہوکر انشاءاللہ اس میں نماز پڑھوں گا جب واپس تشریف لائے اور ذی اوان پہونچے تب مسجد ضرار میں نہ جانے کا حکم وارد ہوا آپ نے دو صحابیوں کو بلایا اور حکم دیا کہ جاکے مسجد ضرار منہدم کرا کے جلا دیں۔ کہاں ذی اوان اور کہاں مسجد قبا جس میں نزول آیت بتایا جاتا ہے۔ اس مسجد میں ایک محراب ہے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ طاق کشف ہے یہاں قبلہ آپ کے سامنے ظاہر ہوا تھا مگر کوئی معتبر روایت اس بارے میں منقول نہیں ہے۔ اس مسجد کے غربی جانب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مسجد تھی اُسکے پیچھے ایک جگہ تھی جسکی نسبت کہا جاتا تھا کہ یہاں فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا آٹا گوندھا کرتی تھیں۔ یہ جگہ و مسجد نجدیوں نے بالکل منہدم کر دی ہے اب یہاں کوئی جانے نہیں پاتا مسجد کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اُس کے اندر ہمارے لکھنؤ و کانپور کے افیونیوں کی دکان کی ایسی میلی چیزیں رکھی ہوئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا مسجد کو اس طرح غیر آباد اور خراب کر دینا اور اسمیں نماز نہ ہونا حسب آیہ قرآنی سب سے بڑا ظلم ہے۔

مسجد سے شمالی و غربی جانب بیر اریس ہے اُسے بیر الخاتم و بیر التفلہ بھی کہتے ہیں یہ کنواں باغ کے ایک حصہ میں ہے اسکے نیچے دو نہریں ہیں جنسے کنوئیں میں پانی جاتا ہے

اور ایک تیسری نہر ہے جس میں یہاں سے پانی جاتا ہے یہ نہر عین ازرقہ سے ملی ہے تمام اہل مدینہ اسی سے پانی پیتے ہیں اس کا مفصل تذکرہ حصہ تاریخی میں کیا جا چکا ہے انشاء اللہ اس کنوئیں کو اریس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اسی نام کے ایک یہودی کا نام اسکے معنی فلاح کے ہیں اور بئر خاتم اسلیے کہا جاتا ہے کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی گر گئی تھی جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک مہر رہتی تھی آپ کے بعد وہ حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں رہنے لگی جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ انکے ہاتھ میں تھی ایک دن بئر اریس پر بیٹھے ہوئے انگوٹھی ہاتھ سے نکالی اور کھیلنے لگے وہ کنوئیں میں گر گئی۔ تین دن تک آپ نے پانی نکلوایا اور تلاش کیا مگر نہیں ملی۔ یہ واقعہ آپ کی خلافت کے ۶ سنہ میں ہوا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ آیا ہے کہ حضرت معیقیب صحابی نے جو اصحاب مہاجرین سے ہیں آپ کے ہاتھ سے لیکر گرا دیا۔

صحیح بخاری میں طویل حدیث کے ضمن میں یہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں پر تشریف لائے اور اس سے وضو فرمایا اور اسکی اوپر بیٹھ گئے پھر پائے مبارک پنڈلیوں تک کھولے اور کنوئیں کے اندر لٹکائے حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں اسکے بعد حضرت ابوبکر صدیق اسکے بعد حضرت عمر اسکے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہم آئے سب نے وضو کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح بیٹھ گئے۔ اور بئر تفلہ اسے اسلیے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک اسمیں ڈالا تھا اس سے اسکا پانی بجائے کھاری کے میٹھا ہو گیا تھا۔ امام غزالی نے اسے احیاء میں ذکر کیا ہے سنہ [illegible]ھ احمد سلامی نے اسے اسطرح بنوا دیا تھا کہ لوگ اسمیں اتر کر جا کے وضو کر سکیں۔ اب یہاں باغ پہنچنے کے لیے

پانی رہٹ سے جسے اونٹ کھینچتے ہیں نکالا جاتا ہے۔ اور کئی باغ اس سے سیراب ہوتے ہیں پہلے مدینہ شریف سے قبا جانیکا راستہ مخدوش تھا مگر اب کچھ خدشہ نہیں بالکل محفوظ ہے ہر قسم کی سواریاں ملجاتی ہیں۔ اور پیدل بھی جایا جاسکتا ہے۔

مسجد نبوی شریف

قبہ شریف میں چودہ دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ جمعہ کے دن صبح شہر مدینہ تشریف لانے کے لئے نکلے راستہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز جمعہ ادا کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھا یہ اسلام کا پہلا جمعہ ہے۔

مدینہ والوں کو جب تشریف آوری کی خبر ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جوق جوق جوش مسرت میں دوڑے کچھ لوگ قبہ ہی سے ساتھ تھے جب مدینہ والے آنسے مل گئے تو دو رویہ آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے انھیں کے جھرمٹ میں آپ مدینہ تشریف لائے راہ میں انصار اور آپ کے ننہالی حضرات بنو نجار وغیرہ آکر عرض کرتے تھے۔ کہ حضور یہ گھر حاضر ہے یہ مال ہے یہ جان ہے آپ ممنون ہوتے اور دعاء خیر فرماتے۔ مدینہ میں پہونچے تو عورتیں بچیاں جوش مسرت میں کوٹھوں پر آپ کے دیدار پرانوار کے اشتیاق میں چڑھی ہوئی نظر آتی تھیں۔ بعض ان میں سے یہ گاتی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ‌‌ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع
چودھویں رات کا چاند نکل آیا ہم پر ‌‌ مسافروں کے رخصت والی گھاٹیوں سے

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ‌‌ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع
ہم پر شکر واجب ہے ‌‌ جبتک کوئی دعا کرنیوالا دعا کرے

اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا ‌‌ جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع
اے وہ جو ہم میں بھیجے گئے ‌‌ ہم انکی اطاعت کے لئے حاضر ہیں

قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں یہ گاتی تھیں

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ ‌‌ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارِ
ہم خاندان بنی نجار کی لڑکیاں ہیں ‌‌ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے کیسے اچھے ہمسایہ ہیں

شہر مدینہ میں آپ داخل ہو کر اُس جگہ تشریف لائے جہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر تھا اور انہیں کے مہمان ہو کر مدینہ شریف میں مقیم ہوئے۔ مدینہ میں سب سے پہلے تعمیر مسجد کی طرف توجہ فرمائی جب تک مسجد تیار نہ ہوئی آپ نے مویشی خانہ میں نماز ادا فرمائی۔ دولت خانہ کے قریب دو یتیم بچوں کی زمین تھی اُسے آپ نے مسجد کی تعمیر کے لیے بقیمت خرید فرمایا حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا فرمائی زمین ہموار کی گئی اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم خود معہ صحابہ کے تعمیر میں مشغول ہوئے سب لوگ پتھر اُٹھا کے لاتے تھے۔ پتھر اٹھاتے وقت یہ شعر اکثر صحابہ پڑھتے تھے آپ بھی ان کی آواز پر آواز بلند کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَة فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

اے اللہ کوئی چیز آخرت کی ایسی بھلائی کی نہیں مہاجرین و انصار کی مغفرت فرمایا۔

مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بری تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں برگ کھجور کا چھپر تنے کے کھمبے چند دنوں بیت المقدس کی طرف قبلہ رہا اُسکے بعد بدل کر مکہ شریف کی طرف کر دیا گیا۔ اور شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم ہوا۔ فرش بالکل خام تھا بارش میں کیچڑ ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ بارش میں صحابہ کنکریاں اپنے ساتھ لائے اور اپنی اپنی جگہ بچھائیں آپ نے اُسے پسند فرمایا اور تمام صحن و اندرون مسجد سنگریزہ ہی سنگریزہ بچھوا دئے۔ اب آجکل شاہی عمارات اور بہترین فرش فروش کے سامنے آپکے سامنے اور آپ کے زمانہ کی اگر کوئی سادگی نظر آتی ہے تو وہ یہی سنگریزے اسکی یادگار ہیں۔ مسجد نبوی جب تعمیر ہو چکی تو اُسی کے متصل ازواج مطہرات کے مکانات آپ نے بنوا دئے۔ اسمیں جس قسم کے اور جو تغیرات ابتک تازہ صورتوں میں ہو چکے ہیں اسکی تاریخ مرءۃ الحرمین کے تاریخی حصہ میں ملاحظہ فرمایئے گا یہاں ہم صرف موجودہ حالت بیان کیے دیتے ہیں۔

مسجد نبوی شریف کی موجودہ کیفیت

مسجد نبوی شریف کے دو حصے ہیں ایک مسجد دوسرا صحن اول حصہ جنوبی دیوار سے
شروع ہوتا ہے صحن کے ایک رخ بجانب شمال اور طول میں باب النساء و باب
الرحمۃ کے ایک رخ تک ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تمام حصہ نہایت خوبصورت نقش و نگار
اور رنگ برنگ کے نہایت خوشنما تحریروں سے آراستہ اور قبوں سے چھپا ہوا ہے۔ اور
ہر قبہ نہایت خوبصورت قرینہ کے ساتھ ایسے روشندان بنے ہوئے ہیں جن سے تمام
مسجد میں روشنی پہونچتی رہتی ہے۔ یہ قبے ۱۶۲ بلند اور مطلا و منقش ستونوں پر قائم ہیں
ستون سنگ مرمر اور سنگ رخام کے ہیں ان پر سبز روغن چڑھا ہوا ہے۔ [illegible]
۲۳ ستون مقصورہ شریف میں ہیں مقصورہ شریف وہ حصہ ہے جہاں حضور کا روضہ
مبارک ہے۔ مسجد شریف عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مختلف زمانوں میں
بڑھتی رہی جسقدر اضافہ کیا گیا ہے وہ ستونوں کے مختلف انواع سے ممتاز کیا گیا ہے۔
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ستون سنگ مرمر کے ہیں اور ان پر [illegible]
تعمیر تحریر ہے۔ اس حصہ کے مغربی جانب روضہ اطہر اور حجرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا [illegible]
ہیں غربی جانب محراب النبی اور محراب سلیمانی ایک خوبصورت پیتل کے جنگلے کے ساتھ
ہیں۔ اسی مغربی دیوار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جھروکا اور [illegible]
بلال رضی اللہ عنہ بنا ہوا ہے۔ اسی جگہ مدرسہ قاتیبائی بھی ہے اور جو [illegible]
نشیب پر حضرات عشرہ مبشرہ کے باغات و مکانات تھے اور حضرت عثمان غنی
[illegible] کے خاندان کے گھر بھی یہیں تھے محراب النبی اور مقصورہ کے بیچ میں روضۂ
جنت بنا ہوا ہے اسی کے پاس ستونوں کی تیسری لائن میں رواق چہارم پر
ممبر بنا ہوا ہے اسکے سامنے رواق ششم پر ایک منزلہ چبوترہ بنا ہے جس پر
وہاں کے شیوخ حرم قرآن شریف لیے بیٹھے رہتے ہیں اسکے سامنے جانب شمال
رواق نہم کے درمیان ایک منزلہ چبوترہ بنا ہوا ہے جو محراب بلال کے
نام سے موسوم ہے اسکے سامنے باب جبریل مشرق جانب واقع ہے اور غربی
جانب باب الرحمۃ ہے یہ حصہ گیارھویں رواق پر ختم ہوا ہے یہیں مسجد نبوی

گیارھویں محراب کے درمیان مسجد نبوی
شریف کی سقف چھت بھی ختم ہو جاتی ہے
ایک آفتاب نما کلغی بنی ہوئی ہے اسکے تحت میں بیضوی دائرہ کی سبز زمین پر
طلائی حروف میں یہ حدیث لکھی ہوئی ہے کہ میری اس مسجد میں کعبہ شریف کے علاوہ
ایک نماز کا ثواب ہزار نماز کے برابر ہے۔ اس آخری محراب سے آگے کھلا ہوا صحن ہے
اسکے شمال کی طرف تین گول گول پتھر گڑے ہوئے ہیں۔ یہ اسکو بتاتے ہیں کہ مسجد
نبوی شریف کا حدود یہاں تک ہے۔ یہاں سے کھڑے ہو کر اگر دیکھا جائے تو
گیارھویں رواق کے آٹھویں ستون پر سنہری حروف میں لکھا ہوا نظر آئیگا کہ مسجد
نبوی شریف اول میں یہاں تک تھی۔ یہیں سے صحن مسجد شروع ہو جاتا ہے جو شمالی
جانب باب شامی تک مستطیل شکل میں چلا گیا ہے یہ حصہ مسجد نبوی شریف کی آخری حد
سے باہر ہے لیکن حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ میری مسجد ہے
جو کچھ اس میں زیادتی ہوگی وہ مسجد کی زیادتی سمجھی جائیگی چاہے صنعا تک ہو جائے
اس سے ثابت ہوا کہ صحن کی بھی وہی فضیلت ہے جو اصلی حدود مسجد نبوی صلے اللہ
علیہ وسلم کی ہے آگے تینوں طرف محرابیں ہیں وہ ستونوں اور رواقوں اور چھتوں
سے آراستہ ہیں صحن میں سرخ پتھر کی کنکریاں پڑی ہوئی ہیں یہاں سے قبلہ جنوبی
شروع ہے۔

رواق النساء

حرم نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کا شرقی نصف حصہ مستورات کی نماز کے لیے مخصوص ہے
صحن کی جانب رواق کے آگے ایک جالی دار جنگلہ بنا ہوا ہے اور پردے لٹک
رہے ہیں یہ اس حصہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے جہاں عورتیں نماز پڑھتی ہیں۔
یہ جگہ سلطان عبدالحمید خان مرحوم کے زمانہ میں مخصوص کی گئی تھی اسکے شرقی جانب
باب النساء ہے۔

چبوترہ اصحاب صفہ

مسجد نبوی شریف میں ایک چبوترہ بنا ہوا ہے اس پر اغوات (خدام روضہ اطہر) بیٹھے رہتے ہیں یہ چبوترہ اس چبوترہ کی یادگار ہے جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ لوگ رہتے تھے جنھوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر صرف انوار رسالت سے اقتباس کے لیے یہاں چلے آتے تھے۔ اسی کے قریب ایک اور چبوترہ و محراب ہے جسکی نسبت مشہور ہے کہ یہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے تہجد کی جگہ تھی یہاں لوگ نمازیں پڑھا کرتے تھے مگر اب حکومت نجدیہ نے یہاں نماز کی ممانعت کردی ہے۔ کیونکہ یہاں نماز پڑھنے میں بالکل قبلہ رُخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس ہے اسطرح ان کے یہاں نماز جائز نہیں۔

محراب عثمانی

مسجد نبوی شریف کے جنوبی جانب قبلہ رخ اول و دوم رواق بنے ہوئے ہیں انکے مشرقی حصہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور جنوبی حصہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنایا تھا اسکے قبلے میں محراب بنی ہوئی ہے اسی کا نام محراب عثمانی ہے اسکا دوسرا نام حنفی بھی ہے زیادہ ہجوم یہیں اور جمعہ میں امام یہیں کھڑا ہوتا ہے اسکے اوپر دیواریں نہایت خوبصورت مطلا تحریریں ہیں۔ اس حصہ کے مشرقی و مغربی جانب دیواروں میں خوشنما لکڑی کی الماریاں ہیں انہیں مسجد نبوی کا کتب خانہ ہے یہاں ستونوں پر لکھا ہوا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں ازواج مطہرات کے مکانات تھے، رواق دوم وسوم کے درمیان بائیں جانب پیتل کا خوشنما جنگلہ طول میں لگا ہوا ہے یہ اصلی مسجد نبوی شریف کی حد ظاہر کرتا ہے۔

محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسی جنگلہ کے پاس محراب النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر نماز جماعت سے پڑھایا کرتے تھے یہ

محراب سنگ مرمر کے ایک ہی ٹکڑے کی بنی ہوئی ہے اس پر عجیب غریب کام کیا ہوا ہے اور محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جسنے اسے بنوایا ہے اس کا نام لکھا ہوا ہے۔

یہ محراب ٹھیک اس جگہ ہے جہاں حضور کی پیشانی مبارک رہتی تھی اب اس طرح بھی ہے کہ امام کی پیشانی وہیں رہے اس جنگلہ کے ساتھ محراب آہنی کے مغربی جانب اور ایک محراب سنگ مرمر کی ہے اسے سلطان سلیمان خان نے ۹۰۰ھ میں مسجد قبا کے لیے تیار کرا کے بھیجی تھی مگر بعد میں یہیں نصب کر دی گئی۔

روضۂ جنت

روضہ کے معنے باغ کے ہیں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مزار اور ممبر کے بیچ کے حصہ کو مخصوص طریقہ فضیلت سے ممتاز فرمایا ہے اسکی نسبت وارد ہے کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اسکا ذکر طریقۂ زیارت میں آچکا ہے

ستون ہائے رحمت

مسجد نبوی شریف کے خاص حصہ میں آٹھ ستون ایسے ہیں جنھیں استوانہ رحمت کہا جاتا ہے یہ سنگ مرمر کے ہیں ان پر طلائی کام ہے ہر ایک کا مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ ستون مخلقہ۔ یہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے عین خطبہ پڑھنے کی جگہ ہے یہاں آپ کے زمانہ میں کھجور کا ستون تھا جب ممبر بنا تب اس ستون سے آواز گریہ آتی تھی اسکا ذکر صحیح احادیث میں آیا ہے۔

۲۔ ستون حرس یا ستون علی۔ یہاں صحابہ کرام حضور اقدس کی دربانی یا حفاظت کے لیے تشریف رکھتے تھے زیادہ تر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے ذمہ یہ خدمت رکھتے تھے اور آپ نماز بھی یہیں ادا کرتے تھے۔ زائرین کو بھی یہاں نماز پڑھنے کی حرص کرنا چاہیئے۔

۳۔ ستون وفود یا ہرسے جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے قائم مقام ہو کر آیا کرتے تھے، وہ یہیں آکر بیٹھتے تھے۔

۴۔ ستون ابی لبابہ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی میں ایک صاحب ابو لبابہ تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے گئے مگر صحابی نہ گئے آپ کے فرمانے کے بعد ان کو سخت ندامت ہوئی اور خود کو ستون میں باندھکر رونا شروع کیا جب حضور جہاد سے واپس تشریف لائے تو انہیں ستون سے بندھا پایا کئی دن یہ بندھے رہے بہت کچھ گریہ وزاری کے بعد جب آیۃ کریمہ ان کے بارے میں نازل ہوئی تب حضور نے انہیں آزاد فرمایا اس وجہ سے اسکا نام ستون توبہ ہے یہاں حجاج کو توبہ و استغفار کرنا چاہیئے۔

۵۔ ستون سریر۔ اس ستون کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اعتکاف فرماتے تھے کھجور کے بوریئے کا فرش ہوا کرتا تھا اس لیے اسکا نام یہ ہے۔

۶۔ ستون جبرئیل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر وحی اسی ستون کے پاس لاتے تھے۔ اس لیے اسکا یہ نام پڑ گیا۔

۷۔ ستون عائشہ۔ جس جگہ اب مصلی نبوی ہے اس سے پہلے یہاں تھا آپ نے ایک مرتبہ صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد میں ایک جگہ ایسی ہے کہ اگر اسکی فضیلت لوگوں کو معلوم ہو جائے تو لوگ وہاں جگہ پانے کے لیے آپس میں قرعہ ڈالیں۔ صحابہ کو اسکی بڑی جستجو تھی آپ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حل فرمایا اور اپنے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہی جگہ بتائی اس وجہ سے اسکا نام ستون عائشہ ہے۔

۸۔ ستون تہجد۔ یہ ستون مقصورہ شریف کی پشت پر پڑتا ہے اس جگہ آپ تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے اب سعودی حکومت یہاں کسی کو نماز نہیں پڑھنے دیتی اسکا ذکر اوپر آچکا ہے۔

جن ستونوں پر نوفٹ بلندی تک طلائی کام ہے وہ حصہ حضور کے زمانہ میں مسجد میں شامل تھا وہ حصہ جو بعد میں حضرت عثمان خلیفہ ثالث نے اپنے زمانہ میں بڑھایا۔

منبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کے منبر کی بلندی دو ہاتھ تھا اور عرض ایک ہاتھ تھا۔ آپ سب سے اوپر کی نشست پر کھڑے ہوتے تھے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں وسطی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچھے کے زینہ پر کھڑے ہوتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اوپر والے حصہ پر نشست خلاف بڑھا دیا تھا اور بالائی زینہ پر نشست رکھی تھی لوگوں نے اسکی وجہ آپ سے دریافت کی تو فرمایا کہ اب کوئی زینہ باقی نہیں رہا اگر درمیان زینہ کو لوں تو لوگ سمجھینگے کہ صدیق اکبر کی برابری کا دعوی ہے اگر پیچھے کے زینہ کو لوں تو لوگ حضرت عمرؓ کی برابری کا خیال کرینگے اسلئے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست پر بیٹھتا ہوں اس سے کسی کو مشابہت حضور کا خیال نہیں ہو سکتا۔ اسکے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ۔ ملک مظفر شاہ دین ملک ظاہر جقمق ملک المؤید نے یکے بعد دیگرے اور موجودہ منبر سلطان سلیم نے سنگ رخام کا بنوایا۔ اسکے چودہ زینہ ہیں جو بہترین صنعت کا نمونہ ہیں۔

خدام حرم نبویؐ

ترکی حکومت کے زمانہ میں مسجد نبوی کی خدمت کے لیے ایک ہزار ملازم تھے مسجد کے خاص خدام سیاہ فام خواجہ سرا ہیں انکی تعداد اس زمانہ میں چھ سو تھی ان کا لباس سفید رہتا تھا اونچی اونچی پگڑیاں ڈھیلی ڈھیلی عباؤں اور لمبی لمبی آستانوں اور خاص صورتوں سے یہ لوگ ممتاز ہیں یہ لوگ نہایت خوش خو پختہ ارادہ کے لوگ ہیں باوجود انتہائی عسرت و تنگدستی کے یہ لوگ کہیں نہیں جاتے۔ اصحاب صفہ کے چبوترہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔

مقصورہ شریف

مقصورہ شریف اس مجموعہ کا نام ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اسمیں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ کا مزار مقدس بھی شامل ہے یہ اسی کے مشرق میں مسجد کا کچھ حصہ ہے مغرب کی جانب پوری مسجد اور ستون وغیرہ ہیں اتر طرف بھی مسجد کا کچھ حصہ پورب طرف ستون تہجد اور اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے مقصورہ شریف باہر چہار طرف سے پیتل کے جالی دار جنگلوں سے گھرا ہوا ہے اسمیں محرابیں ہیں اور دو محرابوں کے بیچ میں طلائی دروازے ہیں ہر دروازہ پر خوبصورت طلائی جالیاں لگی ہوئی ہیں جو اپنی خوشنمائی میں آپ نظیر ہیں ہر دروازہ میں گول گول دائرہ کا خلا ہے جہاں سے اندر کا نظارہ ہو سکتا ہے۔ سلام کرنے کے لئے اتر جانب کے دروازے کے پاس جانا پڑتا ہے۔ یہ دروازہ خاص خاص موقع پر کھولے جاتے ہیں جالی کے اوپر کی طرف سرخ مخمل کا ایک پردہ آویزاں ہے جسمیں زردوزی کام سے نہایت خوبصورت عربی خط نسخ میں عبارت لکھی ہوئی ہے کہ ہٰذا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی پردہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں خلفاء کی قبریں ہیں قبلہ رخ مواجہہ شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک کھڑکی ہے جو اس وقت کھولی جاتی ہے جب کسی اہم کام کے لیے دعا و استعانت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مقصورہ شریف کی جالیوں کے اندر حجرہ شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں حجرہ شریف قیمتی پتھروں سے بنا ہوا ہے اور سبز ریشمی پردوں سے چھپا ہوا ہے جس پر سونے کے تاروں سے کلمہ لکھا ہوا ہے یہ پردہ سلطان عبدالحمید خان ثانی کے زمانہ کا ہے حجرہ شریف کے چاروں طرف سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۷۵ھ میں سیسہ گلا کر پانی تک بھر دیا ہے تاکہ جسم اطہر شریف محفوظ رہے سیسہ کی دیوار اس لیے قائم کی گئی تھی کہ چند عیسائیوں نے خفیہ چاہا تھا کہ سرنگ لگا کر آپ کا جسم اطہر لیجائیں اس کی اطلاع سلطان کو خواب میں ہو گئی تھی جو تحقیقات کے بعد ٹھیک اتری جسد اطہر کے

ساتھ گستاخی کرنے والے پہچانے گئے انھوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور سزایاب ہوئے

مقصورہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہ

حجرہ روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کیطرف ایک برآمدہ بنا ہوا ہے برآمدے کے ساتھ ایک پانچ فٹ کا چبوترہ ہے جس پر سبز سلا غلاف چڑھا ہوا ہے اس پر طلائی سلمے ستارے سے لکھا ہوا ہے کہ ھذا القبر لفاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہ اسپر سرخ مخمل پر سلما ستارے کا کام کیا ایک پردہ ہے یہی مقصورہ فاطمۃ الزہراء کہلاتا ہے۔ یہاں حضرت سیدہ کی قبر بتائی جاتی ہے۔ قبر کی بابت راویوں کا اختلاف ہے دراصل قبر جنت البقیع میں ہے یہاں آپ کا حجرہ تھا آپ کے اور حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان ایک جھروکا تھا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپکی حالت اکثر دریافت فرماتے تھے۔

مدینہ شریف کی دیگر مساجد

مسجد قبلتین

قبلتین کے معنے دو قبلوں کے ہیں مدینہ شریف کے شمال غربی جانب وادی العقیق الصغیر کے پاس ایک مسجد ہے جسکی درستگی سلطان سلیمان نے ۹۵۰ھ میں کرائی تھی اسکو مسجد قبلتین کہا جاتا ہے یحیی نے عثمان بن محمد بن اخنس سے روایت کی ہے انھوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ علیہ نے مسجد بنی سلمہ میں ام بشر بن البراء کے یہاں تشریف لیگئے آپ نے آپ کے لیے کھانا پکایا آپ نے نوش فرمایا آپ کے ساتھ اصحاب بھی شریک رہے جب ظہر کا وقت آیا تب آپ نے سب کے ساتھ نماز پڑھی جب دو رکعتیں ہو چکیں تو دوران نماز میں حکم ہوا کہ کعبہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھو اب تک بیت المقدس کی طرف نماز ہوتی تھی سب لوگ ادھر متوجہ ہوگئے عورتیں مردوں کی جگہ اور مرد عورتوں کی جگہ آگئے اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد القبلتین ہوا۔ اور محمد

بن جابر کی روایت اسکے مخالف ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں نے قبلہ بدل دیا اور
بہت سے بنی سلمہ کے لوگ ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے کہ سب لوگوں نے قبلہ بدل
دیا یہاں تک کہ اپنے منھ کو قبلہ کی طرف پھیر لیا۔ اور بخاری نے براء بن عازب سے
قصہ تحویل قبلہ اس طرح روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نماز پڑھی اسکے بعد ایک قوم میں آیا وہ لوگ نماز عصر بیت المقدس کی طرف
منھ کیے ہوئے پڑھ رہے تھے اُن سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز میں حاضر تھا
آپ قبلہ کی طرف منھ کرکے نماز پڑھ رہے تھے اسے سنکر تمام قوم نے اپنے اپنے منھ
کعبہ کی طرف پھیر لیے اور رافع بن خدیج نے بھی یہ روایت کی کہ تحویل قبلہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ہوئی ہے مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اور صحیحین میں
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت وارد ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ قبا میں
نماز پڑھ رہے تھے ایک شخص ہمارے پاس آیا اُسنے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر رات کو قرآن اترا اسمیں حکم ہوا کہ کعبہ کی طرف منھ کرو سب اسکی طرف متوجہ
ہو گئے اس سے پہلے شام کی طرف متوجہ تھے سعید بن مسیب نے کہا کہ پہلے نماز
بیت المقدس کی طرف پڑھی جاتی تھی۔ سترہ مہینہ یا سولہ مہینہ پڑھی گئی ہے اور اسی
قسم کی روائتیں قبلے کی تعین میں جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی
تھی ان سب سے یہ واضح ہے کہ دوران نماز میں تحویل قبلہ ہوئی بہت سے مسجد
والوں کو بھی دوران نماز میں اطلاع پہونچی ان سب کی یہ صورت علامہ ابن حجر نے
لکھی ہے کہ سب سے پہلے مسجد بنی سلمہ میں تحویل قبلہ ہوئی اور ظہر کی نماز قبلہ کی
طرف پڑھی گئی اور پہلی نماز مسجد نبوی میں کعبہ کی طرف منھ کرکے جو پڑھی گئی وہ
عصر کی نماز تھی۔ اسلیے موجودہ مسجد نبی وہ مسجد ہے جسمیں مسجد قبلہ کا حکم ہوا اُسکے
بعد متعدد مسجد والوں کو جیسے جیسے معلوم ہوتا گیا وہ اپنا قبلہ بدلتے گئے۔

مسجد فتح

شمال و غربی مدینہ کی طرف ایک پہاڑ ہے اُسے جبل سلع کہتے ہیں اُسکے ایک کنارہ

مسجد ہے۔ اسکا نام مسجد احزاب اور مسجد اعلیٰ ہے یہ مسجد اس جگہ بنی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم احزاب والوں پر بددعا فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور ہوا ایسی زور کی پہونچی کہ لوگوں کی ہانڈیاں جو چولھے پر چڑھی ہوئی تھیں الٹ گئیں اور خیمے گر پڑے اور ایسا لشکر ان پر آیا کہ وہ اسے دیکھ نہ سکے اور نادم ہوکر واپس چلے گئے۔

امام احمد نے اپنی مسند میں اچھی سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ جابر بن عبداللہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں تین دن دعا فرمائی ایک پیر کو دوسرے منگل کو تیسرے بدھ کو آپ کی دعا دو نمازوں کے درمیان قبول فرمائی جس طرح آپ نے دعا فرمائی اسکے بہت مختلف الفاظ حدیثوں میں مروی ہیں ابن زبارے طرق حکیم سے جو الفاظ روایت کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ هَدَيْتَنِي مِنَ الضَّلَالَةِ فَلَا مُكْرِمَ لِمَنْ أَهَنْتَ

اے اللہ تیرے لئے تمام خوبیاں ہیں کہ تو نے گمراہی سے نکال کر سیدھا راستہ دکھایا جس کی تو نے اہانت کی

وَلَا مُهِينَ لِمَنْ أَكْرَمْتَ وَلَا مُعِزَّ لِمَنْ أَذْلَلْتَ وَلَا مُذِلَّ لِمَنْ أَعْزَزْتَ

اسے کوئی بزرگی دینے والا نہیں اور جسکو تو نے بزرگی دی اسکی کوئی اہانت کرنیوالا نہیں جسکو تو نے ذلیل کیا

وَلَا نَاصِرَ لِمَنْ خَذَلْتَ وَلَا خَاذِلَ لِمَنْ نَصَرْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ

اسے کوئی عزت دینے والا نہیں جسے تو نے شرمندہ کیا اسکا کوئی مددگار نہیں جسکی تو نے مدد کی اسکا کوئی شرمندہ کرنیوالا نہیں

وَلَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا رَازِقَ لِمَنْ حَرَمْتَ وَلَا حَارِمَ لِمَنْ رَزَقْتَ

جسے تو نے دیا اسے کوئی منع کرنیوالا نہیں جسے تو نے نہ دیا اسے کوئی دینے والا نہیں جسے تو نے محروم رکھا اسکو کوئی رزق دینے

وَلَا رَافِعَ لِمَنْ خَفَضْتَ وَلَا خَافِضَ لِمَنْ رَفَعْتَ وَلَا خَارِقَ لِمَنْ

والا نہیں جسے تو نے رزق دیا اس سے کوئی اسکا چھینے والا نہیں جسے تو نے ادنیٰ درجہ کا کیا اسے بلند درجہ کا

سَتَرْتَ وَلَا سَاتِرَ لِمَنْ خَرَقْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ

کرنیوالا نہیں جسکی تو نے پردہ دری کی اسکا کوئی چھپانیوالا نہیں جسکا تو نے عیب چھپایا اسکا کوئی ظاہر کرنیوالا

وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ

نہیں جسے تو نے قریب کیا اسکا دور کرنیوالا کوئی نہیں جسے تو نے دور کیا اسکو کوئی قریب کرنیوالا نہیں۔

جنگ احزاب یا خندق۔

یہ قریش نے جنگ اُحد کے بعد لڑنے کے لئے آئے تھے اس جنگ میں مدینہ کے قریب وجوار کے یہودیوں نے بھی قریش سے مدد کا وعدہ کیا تھا اور قریش نے تمام قبیلوں سے مدد لیکر بڑے ساز وسامان کے ساتھ مسلمانوں کو بالکل ختم کردینے کا ارادہ کر کے آئے تھے۔ مسلمانوں نے اُنکے مقابلہ کی طاقت نہ پائی تو عدو کو میدان میں لڑنے سے عاجز دیکھا تب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے قریب قریب دو قدم آدم خندق راستے میں کھود دی تھی اسمیں مدافعت کے لیے سب لوگ رہنے لگے۔

جتنی گہری خندق کھودی گئی تھی اُسے بنانے کے لئے کنوئیں کے طور پر پختہ بنا دیا گیا ہے۔ آپ کے دُعا کرنے کی جگہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد بنا دیا ہے اسکا نام مسجد فتح ہے یہ جبل سلع کی بلندی پر ہے مسجد فتح سے پیچھے جنوب کی طرف دو مسجدیں اور ہیں انہیں سے ایک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اور اُسکے جنوب کی طرف والی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مسجد کہا جاتا ہے اور اسی کے قریب اور دو مسجدیں ہیں جنمیں سے ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اور ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ یہ سب مسجدیں اُس جگہ پر ہیں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ جنگ احزاب میں قیام فرما تھے۔

مسجد الاجابۃ

یہ مسجد بقیع کے شمال کی طرف ہے جانیوالے کے بائیں طرف ایک ٹیلہ پر ہے ٹیلہ کبھی معاویہ بن مالک بن عوف جو قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے آثار کی یادگار ٹیلہ پر ہے انھیں کی یہ مسجد تھی۔ مسجد اجابت اسلیے اسکا نام ہے کہ یہاں آپکی دُعا قبول ہوئی تھی۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے عامر بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اوپر سے تشریف لائے اور

بنی معاویہ کی مسجد میں تشریف لے گئے وہاں دو رکعت نماز پڑھی راوی ساتھ میں شریک تھے
اسکے بعد بہت دیر تک دعا فرماتے رہے دعا کی بابت آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے
تین چیزیں اللہ تعالیٰ سے طلب کیں انمیں سے دو مجھے دی گئیں اور ایک سے منع کر دیا
گیا۔ ایک سوال یہ میں نے کیا تھا کہ یا اللہ میری اُمت بھوک سے ہلاک نہ کی جائے
دوسرا سوال یہ تھا کہ پانی سے غرق نہو یہ دونوں باتیں قبول کر لی گئیں جب میں نے یہ
عرض کیا کہ اُن میں آپس میں اختلاف نہو جس سے ایک دوسرے سے تکلیف اُٹھائے
تو مجھے منع کر دیا گیا۔ موطا میں امام مالک رضی اللہ عنہ نے اسکا ذکر کیا ہے صاحب
وفاء الوفا کے زمانہ میں یعنے نویں صدی میں یہ مسجد بڑی تھی مگر اب طول و عرض دو نو
میں یہ اس سے چھوٹی ہے۔

مسجد رایہ

شام سے مدینہ منورہ کے داخل ہونے والوں کے بائیں ہاتھ کی طرف یہ مسجد
جبل ذباب پر واقع ہے اسکا دوسرا نام مسجد ذباب بھی ہے ابن شبیہ نے عبدالرحمٰن
اعرج سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ذباب پہاڑ پر نماز پڑھی
دوسری حدیث ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنا خیمہ غزوہ خندق میں یہاں نصب فرمایا تھا۔ اسے واقدی کی روایت کے مطابق
مسجد رایہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یزید بن ہرمز اپنے غلاموں کے ساتھ یہاں لڑتے
تھے اور خود علم لئے ہوئے تھے۔

مسجد سقیا

غربی مدینہ طیبہ کے مقام حرہ میں یہ مسجد تھی مگر آجکل ایک مقام قبۃ الرؤس کے
نام سے مشہور ہے وہاں یہ مقام باب عنبریہ کے پاس ہے۔ امام ترمذی نے حضرت
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں نکلے یہانتک کہ حرہ میں سقیا پر پہونچے

یہ مسجد سعد بن ابی وقاص کی ملکیت تھا حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ وضو کے لیے پانی لاؤ پانی آیا آپ نے وضو فرمایا پھر قبلہ رخ کھڑے ہو گئے اور دعا کی کہ یا اللہ بیشک ابراہیم تیرے بندے اور دوست تھے اور تجھ سے دعا کی تھی کہ اہل مکہ کیلئے برکت عطا فرما اور میں محمد تیرا بندہ اور رسول ہوں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ مدینہ والوں کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما جس طرح تو نے اہل مکہ کے لیے برکت عطا فرمائی۔ امام طبرانی نے اپنی بعض روایتوں میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے نماز پڑھی۔ اور جس جگہ آپ نے نماز پڑھی تھی وہاں مسجد بنا دی گئی صاحب وفاء الوفا نے اس مسجد کی پیمائش طول و عرض سات گز لکھی ہے۔

مسجد فضیخ

یہ مسجد قبا کے شرقی طرف ایک وادی کے کنارے زمین کے نشیب میں چھوٹی سی مسجد ہے صاحب وفاء الوفا نے کنارہ ہائے طول و عرض بتایا ہے اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے ابن زبالہ نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنی نضیر کا محاصرہ فرمایا تو یہاں آپ کا خیمہ مبارک نصب کیا گیا چھ دن آپ نے جس جگہ نماز ادا فرمائی وہاں مسجد بنا دی گئی۔ جب شراب حرام ہوئی اور ابو ایوب انصاری رحمۃ اللہ علیہ کو خبر پہنچی تو وہ چند آدمیوں کے ساتھ شراب پی رہے تھے فضیخ برتنوں میں ڈال کر پیتے جاتے تھے جب حرمت کی خبر ہوئی تو اسے اسی جگہ گرا دیا اسی وجہ سے اس جگہ کا نام فضیخ پڑ گیا۔ فضیخ اس شراب کو کہتے ہیں جو کچے انگوروں کو نچوڑ کر بنائی جاتی ہے۔ اس مسجد کا نام مسجد شمس بھی ہے۔ بعض نے مسجد شمس کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو سب سے پہلے اسکی شعاعیں اسکے منڈیر پر پڑتی ہیں اسی وجہ سے اسی پر پڑتی ہیں اسکے بعد مسجد قبا ہے۔

مسجد بنی قریظہ

یہ مسجد حرہ شرقیہ کے قریب مسجد فضیخ سے کچھ دور ہے اسکا ذکر صحیحین کی احادیث میں آیا ہے

ابو سعید خدری روایت فرماتے ہیں کہ بنی قریظہ نے (یہود کا ایک گروہ تھا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے بدعہدی کی تھی، اپنے قلعوں سے اس شرط پر اتر آئے کہ حضرت سعد ابن معاذ انصاری کی نسبت جو فیصلہ کر دینگے وہ منظور ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کے پاس بلانے کے لیے آدمی بھیجا وہ اپنے خچر پر چڑھکر آئے جب آپ کے قریب پہونچے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کی تعظیم کیلئے اٹھو پھر ان سے فرمایا کہ یہ لوگ تمہیں حکم بنا کے اپنے مکانوں سے نکل آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ جیسے انھوں نے ہمسے مقابلہ کیا ہے ہم قتل کرینگے اور ان کی اولاد کو غلام بنائینگے صاحب وفاء الوفاء نے نویں صدی میں اسکی پیمائش کی تھی سوا چوالیس ہاتھ شمالی سے جنوب کی طرف تھا لمبی ہیں اور چوالیس ہاتھ عرض میں یہ تھی اور لکھا ہے نصف قد آدم کی ایک دیوار اسے گھیرے ہوتے ہے اسکے بعد ۸۹۳ھ اسکی تجدید کی گئی۔

مسجد بنی ظفر

یہ مسجد بنی ظفر کے نام سے بھی مشہور ہے حرہ شرقیہ میں بقیع کے شرقی طرف ہے امام طبرانی رواۃ ثقات کے ذریعہ سے محمد بن فضالہ ظفری سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنی ظفر میں انکے پاس آئے اور ایک پتھر پر بیٹھ گئے یہ پتھر انکی مسجد میں تھا آپ کے ساتھ عبد اللہ بن مسعود اور معاذ بن جبل اور چند صحابی تھے ایک صاحب کو آپ نے قرآن شریف پڑھنے کا حکم دیا انھوں نے تلاوت کی جب فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا پر پہونچے تو آپ رونے لگے یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہوگئی اور آپ نے فرمایا کہ اے رب تو گواہ رہ کہ میں ان لوگوں میں ہوں پس کیا حال انکا ہوگا جنہوں نے نہیں دیکھا نہیں۔ اس مسجد کے قبلہ کی طرف حرہ میں کچھ آثار ہیں جنھیں لوگ کہتے ہیں کہ ایک انمیں سے حضور کے خچر کے پیر کا نشان ہے اور اسکے غربی طرف کوہنی کا ایک پتھر میں گہرا نشان ہے لوگوں کا خیال ہے کہ حضور نے اسپر تکیہ لگایا تھا اس سے پتھر نرم ہوگیا اور یہ نشان پڑ گیا یہیں ایک دوسرا پتھر بھی ہے

جس پر انگلیوں کے نشانات ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں سے پیسہ پیدا کرنے کے لئے لوگوں نے یہ آثار بنا لئے ہیں ۔ یہ مسجد صاحب وفاء الوفاء کے پیمائش کے مطابق ۲۱ ہاتھ طول و عرض میں ہے اور اسے مستنصر عباسی نے ۶۲۳ھ میں بنوایا ہے ۔

مسجد ابی بن کعب

اس مسجد کا دوسرا نام مسجد جدیلہ بھی ہے ۔ یہ مسجد مشہد عقیل اور امہات المومنین کے قبروں کے بقیع سے نکلتے وقت پڑتی ہے عمر بن شیبہ نے یحییٰ بن سعد سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم یہاں بہت آیا کرتے تھے اور کثرت سے نمازیں اسمیں پڑھی ہیں پہلے یہ مسجد بالکل خراب حالت میں تھی مگر دولت عثمانیہ نے اسکی محراب مضبوط بنوا دی ۔

مسجد مائدہ

یہ مسجد مدینہ شریف کے مشرق کی طرف تین گھنٹہ کی مسافت پر واقع ہے یہاں ایک دائرہ ہے اسمیں کھانے برتنوں کے ایسے نشان بنے ہوئے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نشان اس مائدہ کے ہیں جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر اترا تھا جسکا ذکر قرآن میں آیا ہے ۔ مگر جو کچھ مشہور ہے وہ غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا کسی نص سے مدینہ شریف میں آنا ثابت نہیں ۔ نہ اسکا پتہ ہے کہ جس قوم نے آپ سے خواہش کی تھی کہ مائدہ اترنے کی آپ دعا فرمائیں وہ یہاں رہتی تھی بلکہ اسکے بارے میں یہ وارد ہے کہ وہ شام میں رہتی تھی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسے اہل غرض نے اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے ۔

مدینہ شریف کی اور مساجد

جو مسجدیں اوپر ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ بھی اور بہت سی مسجدیں مدینہ شریف میں تھیں ان میں سے مسجد عروہ ہے اور مسجد جمعہ ہے جس جگہ سب سے پہلے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی تھی جبکہ قبا سے تشریف لا رہے ہیں یہ وادی ذی صلب میں اس مقام پر ہے جسکا نام غلیب ہے۔

عیدگاہ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جس جگہ مستقل طور پر عید کی نماز پڑھتے تھے اسکا نام مسجد غمامہ ہے۔ سب سے پہلے عید کی نماز سنہ ۲ھ میں واجب ہوئی۔ اور میدان میں آپ نے پڑھنا شروع فرمایا۔ ایک چھوٹا نیزہ جسے نجاشی شاہ حبش نے حضرت زبیر بن العوام کو دیا تھا اور آپ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ہبہ فرما دیا تھا وہ میدان میں آپ کے سامنے نصب کر دیا جاتا تھا اسی کی طرف آپ عید کی نماز ادا فرماتے تھے۔ مختلف میدانوں میں کئی سال اسی طرح نماز عید ادا فرمائی اسکے بعد اخیر سالوں میں مستقل طریقہ پر آپ نے اس جگہ نماز پڑھی جو غربی مدینہ میں مناخہ کے پاس تھی جہاں اب مسجد غمامہ ہے یہ مقام مسجد نبوی شریف سے ایک ہزار ہاتھ ہے۔ حضور کے زمانہ میں یہاں کچھ بنا نہ تھا بلکہ صاف میدان تھا یہاں آپ نے عمارت بنانے سے منع فرما دیا تھا۔ جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ عیدگاہ تشریف لیگئے تاکہ پانی برسنے کے لیے دعا کریں پہلے آپ نے خطبہ پڑھا پھر نماز پڑھی۔ اسکے بعد فرمایا کہ یہ ہمارے پانی طلب کرنے اور دعا اور نماز عید و بقرعید ادا کرنے کی جگہ ہے یہاں کوئی اینٹ کی عمارت نہ بنائی جائے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اسے تنگ و کم نہ کیا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ عید کی نماز پڑھکر لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر انہیں خطبہ دیتے تھے وہاں ممبر نہ تھا جسپر چڑھکر خطبہ دیتے جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابی سعید خدری کی حدیث سے واضح ہے کہ آپ عید بقرعید میں عیدگاہ تشریف لیجاتے وہاں سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر پلٹ کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے لوگ سب اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے انھیں نصیحت فرماتے

اور احکام بتاتے اگر کسی جگہ لشکر بھیجنے کی رائے ہوتی تو اسکا انتخاب فرماتے اور کچھ احکام بتاکر لوٹ آتے۔ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ یہی حالت آپکے بعد تک قائم رہی جب مروان امیر مدینہ ہوا تو میں بقر عید میں جاتا رہا یہاں تک کہ ایک مرتبہ عید گاہ پہنچکر میں نے دیکھا کہ کثیر بن الصلت نے ایک ممبر بنایا ہے اور چاہتا ہے کہ مروان بن الحکم نماز عید کے قبل اسپر چڑھیں میں نے اسکا کپڑا پکڑ کر کھینچا مگر وہ چڑھ گیا اور قبل نماز خطبہ دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بدل دیا اُسنے جواب دیا کہ جسے تم جانتے تھے وہ گیا میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم جو کچھ میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے کہ جسے نہ جانوں اُسنے جواب دیا کہ لوگ نماز کے بعد بیٹھتے نہیں اسلیے میں نے خطبہ نماز کے قبل کر دیا۔ جیسا کہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جاتے ایک راستے سے تھے آتے دوسرے راستے سے تھے تاکہ دونوں طرف کے لوگوں کو سلام کریں اور جنکی جو حاجتیں ہوں انھیں پوری کریں۔ جس راستے سے آپ جاتے آتے تھے وہ شہر پناہ ہونے کی وجہ سے بند ہو گیا ہے۔ جن جن جگہوں میں عید کی نماز آپ نے ادا فرمائی تھی وہاں مسجدیں بنگئی ہیں۔ ایک جگہ مسجد غمامہ ہے اور شمالی طرف مسجد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور ایک جگہ مسجد علی رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ مسجدیں ؁ سے ؁ تک تیار ہوئیں اسلیے مختلف زمانہ میں انکی ترمیمیں ہوتی ہیں۔

آبار مشہورہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کنووں کا پانی نوش فرمایا ہے یا جنکا تعلق کسی طرح آپ سے رہا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ بیر اریس اسکا مفصل تذکرہ مسجد قبا کے بیان میں آچکا ہے۔

۲۔ بیر اعواف اسے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر وقف فرما دیا تھا

۳۔ بیر اناا۔ اسکے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی قریظہ کے محاصرے کے

وقت خیمہ تھا اسی سے آپ پانی نوش فرماتے تھے اسکا اب پتہ نہیں ممکن ہے کہ دوسرے نام سے مدینہ منورہ میں ہو۔

۴۔ بیر السقیا۔ اسکا ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور پیاس کی تسکین کے لیے فرمایا ہمنے جلدی بکری کا دودھ اور اپنے کنویں کا پانی حاضر کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامنے اور حضرت ابوبکر بائیں اور ایک اعرابی آپکے دائیں تھے جو کچھ بچا اُسکو آپ نے اعرابی کو دیا اور فرمایا کہ تقسیم میں دائیں طرف کا لحاظ چاہیئے آجکل اسی کنویں کا نام بیر الحصارم ہے۔ یہ حدیقہ عنبیہ کے شمال رباط میں ہے اسی کے قریب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا مزار مقدس ہے۔

۵۔ بیر البضاعہ۔ شمالی رخ مدینہ شریف کی ختم عمارت پر یہ کنواں ہے۔ اسی کے قریب مرے کتے اور گندہ چیزیں ڈالی جاتی تھیں جس سے لوگ گھن کرتے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اسکے پانی سے وضو جائز ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ پانی پاک ہے اسکے قریب کی چیز اس سے نجس نہیں کر سکتی۔ دوسری روایت میں ہے پانی پاک ہے جبتک اُسکا مزہ رنگ بو بڑی ہوئی نجاست نہ بدل دے حضرت ابو سعید سے مروی ہے کہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیر ابضاعہ پر گیا آپ نے اس پر وضو فرمایا میں نے کہا کہ اس سے وضو جائز ہے لوگ اس پر گندی چیزیں ڈالتے ہیں آپنے حدیث مذکور ارشاد فرمائی۔

۶۔ بیر حا۔ یہ کنواں شمالی مدینہ میں بیر بضاعہ کے پاس شہر پناہ سے متصل ہے آپ اسکے پانی کو بہت پسند فرماتے تھے۔ یہ ابو طلحہ کے باغ میں تھا اُسنے باغ اپنے اقارب اور چچا کی اولاد کے لیے وقف کر رکھا تھا سب سے زیادہ محبوب انکی جائداد میں یہی کنواں تھا آپ اسمیں تشریف لیجاتے تھے اور اسکے پانی سے خوش ہوتے تھے۔

۷۔ بیر رومہ یہ کنواں شمالی مدینہ میں ایک گھنٹہ کے راستہ پر بہت گہرا اور چوڑا ہے

اُسکے قریب حوض و حجرہ اور بہت سے کھیت و کھجور کے باغات ہیں۔ پہلے یہ ایک یہودی کی ملکیت تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا ابن عبدالبر نے اسطرح اسکا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک یہودی کی ملکیت کنواں تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھ پانی فروخت کیا کرتا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون مسلمان ایسا ہے جو بیر رومہ خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دے اللہ تعالیٰ جنت میں اُسے بہتر دیگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سنا تو یہودی کے پاس آئے اور بھاؤ کیا اُس نے کل کے فروخت سے انکار کیا آپ نے بارہ ہزار درہم کو نصف خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کر دیا اور اُس سے کہا کہ اگر چاہو تو آدھا بانٹ لو اور چاہو تو ایک دن تم پانی بھر نے دو اور ایک دن ہم لیں وہ خیبر صورت پر راضی ہو گیا آپ نے مسلمانوں سے کہدیا کہ جس دن ہماری باری ہو اُس دن اپنا پانی بھر لیا کرو کہ جو دو دن کے لیے کافی ہو مسلمانوں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ جب یہودی نے یہ حالت دیکھی تب دوسرا حصہ بھی آٹھ ہزار درہم پر فروخت کر دیا۔ یہ کنواں وادی عقیق کے نیچے ہے اس کے قریب پانی دبیع زمین آکر بھر جاتا ہے۔

۸۔ بیر غرس۔ یہ کنواں قبہ میں مسجد قبا سے نصف میل شمال میں ہے ابن حبان نے اپنی کتاب ثقات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ بیر غرس سے ہمارے لیے پانی لاؤ اس لیے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اُسکے پانی سے وضو فرماتے تھے اور پیتے تھے۔

مدینہ شریف میں اسکے علاوہ بھی بہت سے کنویں ہیں۔ ان میں سے بیر عروہ وادی عقیق میں ہے اُسکا پانی اسقدر عمدہ تھا کہ امراء شام کو ہدیۃً بھیجا جاتا تھا۔ یہ تمام کنویں آجکل زراعت اور مویشی کی سیرابی میں کام آتے ہیں اور پینے کے لیے نہر ازرق جسکا دوسرا نام عین زرقا ہے کا پانی کام میں لایا جاتا ہے جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے۔ نہر زرقا قبہ کے ایک کنویں سے نکلی ہے جسکا نام جعفر بیر ہے

یہ کنواں مسجد قبا کے غربی جانب ہے اُسے مروان بن حکم نے اپنی امارت کے زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے نکالا تھا۔ یہ عیدگاہ ہوتے ہوئے قریب قریب تمام مدینہ میں آئی ہے اس نہر اور نہروں کا تفصیلی بیان تاریخی حصہ میں کیا جائیگا۔ وادیوں نالے ہیں وادی عقیق سب سے زیادہ معتدل اور آب و ہوا کے اعتبار سے نہایت بہتر ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے پسند فرمایا ہے اسکی تعریف فرمائی اور آب و ہوا کی خوشگواری میں شعرا کے قصائد ہیں۔

حرم مدینہ

بہت کثرت سے احادیث وارد ہیں جن سے ثابت ہے کہ مکہ کی طرح مدینہ شریف کے لیے بھی حرم ہے جس میں شکار کرنے اور درخت و گھاس کاٹنے کی ممانعت وارد ہے ہم یہاں چند احادیث ذکر کرتے ہیں جنہیں شیخین نے روایت کیا ہے۔
عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے حرم بنایا اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے دعا فرمائی اور میں مدینہ کے لیے حرم بناتا ہوں جیسا کہ انھوں نے مکہ کے لیے بنایا امام بخاری نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی کہ حرم مدینہ اسکے لابتین کے درمیان ہے۔ لابتین سے شرقی و غربی خشک حصہ مراد ہے۔ امام مسلم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے آپ فرماتے تھے کہ یا اللہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے حرم بنایا اور اُسکے لیے محترم مقامات مقرر کر دیے میں مدینہ کے لیے حرم بناتا ہوں وہ مازمین (دو پہاڑ کے نام ہیں) کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں۔ اس سے مراد عیر و ثور دو پہاڑ ہیں۔ عیر مکہ کے جنوب میں ہے اور ثور احد کے پیچھے ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔
اس سے مراد یہ ہے ان مقاموں کے درمیان خون نہ بہایا جائے نہ لڑائی کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں۔ نہ ان کے درختوں کے پتے جانوروں کے لیے

توڑے جائیں۔ امام داؤد ظاہری کے نزدیک گھاس بھی یہاں کی نہ کاٹی جائے نہ یہاں کا شکار بھگایا جائے۔ نہ کوئی گری ہوئی کسی کی چیز اُٹھائی جائے۔ گری ہوئی چیز اُسکے لیے اُٹھانا جائز ہے جو مالک تک پہونچائے۔

امام نووی فرماتے ہیں لابتان مشرق و مشرق کی طرف کی حدیں ہیں اور عیر و ثور پہاڑ شمال و جنوب کی حدیں ہیں۔ حرہ (خشک مقام) شمالی و جنوبی شرق و غرب سے مل جائیں۔ کیونکہ وہ انھیں کی طرف جاتی ہیں۔

حضرت انس کی روایت کے مطابق ان کا بارہ میل گرد مدینہ چراگاہ بنانا ثابت ہے لہٰذا حرم مدینہ سے یہ رقبہ مراد ہے۔

ان احادیث متذکرہ کی بنیاد پر امام مالک امام شافعی امام احمد حرم کے قائل ہوگئے ہیں لیکن تفصیل ہر ایک مختلف ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ حرم کے قائل نہیں ہیں بہت سے واقعات شکار و درخت کاٹنے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات میں ایسے ہوئے ہیں جو حرم کے ہونے کی تردید کرتے ہیں اس لیے آپ کی رائے نہیں ہوئی۔ تفصیل وفاء الوفاء کے شروع میں دیکھنا چاہئے۔

یہ اختلاف اسمیں ہے کہ جو گھاس و درخت خود اُگے ہوں۔ اگر کسی شخص کی ملکیت ہیں تو اُسکے کاٹنے میں کوئی اختلاف نہیں جس طرح نیت وغیرہ کے کاٹنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ جو لوگ حرم کے قائل ہیں ان کی فقہ کی کتابوں میں مسائل جزئیہ مذکور ہیں۔

شریعت کے حکم و اسرار کا علم آسکے رسول اور اُسکے سوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔ مگر تحدید کے وجوہ حسب ذیل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ جس رقبہ کو حضور اقدس نے خاص طور پر مقرر فرمایا اسمیں ممکن ہے کہ حضور کو کوئی خاص انوار نظر آئے ہوں اور آپ چاہتے ہوں کہ اُمت کو اُسے بتا دیا جائے تاکہ وہ اس سے مستفید ہو۔ ایک روایت میں وارد ہے کہ آپ نے بنو حارثہ سے فرمایا کہ تم حدود حرم سے باہر نکلکر آباد ہو گئے پھر آپ نے غور فرما کر کچھ دیر کے

بعد فرمایا کہ نہیں تم اندر ہی ہو۔
۲۔ اہل شہود اس پر متفق ہیں کہ ان کو حدود حرم کے اندر مخصوص انوار نظر آتے ہیں اور حرم کے ظاہری احکام اسی پر مبنی ہیں۔ جس دن آپ مدینہ تشریف لائے اس دن حدود حرم میں ایک خاص روشنی پھیلی تھی جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

فضائل مدینہ منورہ

مختلف شہروں کے فضائل میں جو حدیثیں مروی ہیں اُن میں زیادہ ضعیف اور بعض بعض موضوع تک ہیں لیکن مدینہ منورہ کی فضیلت میں کثرت سے حدیثیں وارد ہیں اور اُن میں سے اکثر صحاح میں مروی ہیں۔
یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ دنیا کے تمام شہروں پر مکہ و مدینہ کو فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ مکہ و مدینہ میں کون سا شہر افضل ہے۔ دونوں مقامات کے لوگوں نے اس پر اپنی رائے کے مطابق رسالہ لکھے ہیں اور ہر ایک نے اپنے اپنے شہر کی فضیلت ثابت کی ہے اس وقت ہمیں یہاں اس سے بحث نہیں۔

۱۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ کہ خداوندا مدینہ کو ہمارے لیے محبوب بنا جیسا کہ وہ ہمارے لیے محبوب تھا بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ یہ دعا آپکی قبول ہوئی اور مدینہ ہی کو آپ نے اپنا مسکن بنایا اپنے جائے پیدائش اور آبا و اجداد کے وطن پر اُسے ترجیح دیا اسی وجہ سے جب آپ سفر سے تشریف لاتے تھے تو سواری کو تیز فرما دیا کرتے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے تب ہی تو آپ نے اُسے پسند فرمایا۔
۲۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ ایمان مدینہ میں سمٹ آ جائیگا جسطرح سانپ اپنے بل میں آتا ہے۔ ایمان کا سمٹ کر آنا اسکی فضیلت کو بتاتا ہے۔
۳۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو اور شہروں کو کھا جائیگا

ابن مسعودؓ نے اسکا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اسکی فضیلت اوروں پر غالب آجائیگی۔
۴۔ آپ کا ارشاد ہے جس شخص نے مدینہ منورہ کی سختیوں پر صبر کیا میں اسکا قیامت کے دن شفیع اور گواہ رہوں گا۔
۵۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یمن فتح ہوگا تو لوگ اپنے جانوروں کو ہانکتے ہوئے اہل و عیال کے ساتھ وہاں چلے جائیں گے۔ کاش وہ سمجھتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے اچھا ہے۔
آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ آدمی اپنے چچازاد بھائی یا اپنے عزیز رشتہ داروں کو بلائیگا کہ آؤ عیش کیطرف آؤ فارغ البالی کی طرف آؤ کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی انکے لیے بہتر ہے۔ اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اس سے منھ موڑ کر نکلیگا تو خدا مدینہ میں اس سے بہتر شخص کو اسکا جانشین بنا دیگا۔ آگاہ رہو کہ مدینہ لوہار کی بھٹی کے مثل ہے کہ میل کچیل کو نکال پھینکتی ہے جب تک مدینہ اپنے برے لوگوں کو نکال نہ پھینکے گا جیسے کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو نکال پھینکتی ہے اسوقت تک قیامت نہ آئے گی۔
۸۔ مدینہ پاک ہے وہ گناہوں سے اسطرح پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی چاندی سونے کی میل دور کر دیتی ہے۔
۹۔ جو شخص اہل مدینہ کو نقصان پہونچاتا جائیگا اللہ تعالیٰ اسے اسطرح پگھلا دیگا جیسا آگ سیسے کو یا پانی نمک کو پگھلاتا ہے۔ اس حدیث کے بہت سے تاریخی شواہد ہر زمانہ میں لوگوں نے پیش کئے ہیں۔
۱۰۔ جو شخص مدینہ میں کوئی برائی کریگا یا برائی کرنے والے کو پناہ دیگا اس پر خدا فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت برسیگی اور اسکے فرائض و نوافل کچھ مقبول نہ ہوں گے
۱۱۔ جس شخص سے ممکن ہو وہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو شخص وہاں مریگا میں اسکی شفاعت کروں گا۔

امام شعبی مکہ کے قیام کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ وہ بدوؤں کا مقام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہجرت فرمائی صحابہ مکہ میں حج و عمرہ کے لیے آتے تھے اور فوراً واپس جاتے تھے۔ اسکے بخلاف مدینہ کے قیام و مجاورت کو سلف سے کسی نے مکروہ نہیں سمجھا۔ نووی نے یہ البتہ کہا ہے کہ مدینہ میں اگر آدمی قیام کریگا تو اسکی وقعت دل میں کم ہو جائیگی۔ اور وہاں اگر کچھ گناہ ہوتے تو وہ بھی بڑا ہے۔ لیکن علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ احادیث میں جو ترغیب قیام کے بارے میں آئی ہے وہ نووی کے مخالفت سے بہت قوی ہے۔

۱۱۔ جو شخص تین دن مدینہ سے غایب ہوکر وہاں دوبارہ آئیگا تو اس کے قلب میں سختی محسوس ہوگی۔

۱۲۔ کوئی ایسا شہر نہیں جسمیں دجال قدم نہ رکھیگا بجز مکہ و مدینہ کے کیونکہ انکے فرشتے محافظت کریں گے۔

۱۳۔ مدینہ میں دجال کا رعب نہ داخل ہوگا۔

۱۴۔ مدینہ کی خاک پاک میں شفا ہے۔ زخم پھوڑے پھنسیوں پر آپ نے وہاں کی مٹی لگانے کو فرمایا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

۱۵۔ جو شخص صبح مدینہ کی کھجور کھالیگا اسے شام تک کوئی چیز نقصان نہ پہونچائیگی

خصوصیات مدینہ منورہ

مدینہ طیبہ کے کچھ ایسے خصوصیات ہیں جو اور کہیں نہیں۔

۱۔ اسمیں ایک ایسی جگہ ہے جو تمام دنیا سے اجماعاً افضل ہے وہ جائے مرقد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲۔ اکثر صحابہ یہاں مدفون ہیں۔

۳۔ ابتدائے اسلام کی اشاعت میں تمام جان دینے والے شہداء یہاں آسودہ و استراحت ہیں بقول حضرت امام مالک یہ دار الہجرۃ ہے۔ دار السنۃ شہداء سے لبریز رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے بہترین لوگ یہاں موجود ہیں۔

۴- اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب کی مدد کے لئے اسی کو انتخاب فرمایا۔

۵- تمام اسلامی ممالک بزور شمشیر فتح ہوئے مگر یہ بزور قرآن فتح ہوا۔

۶- خدا تعالےٰ نے اسے اپنے دین کا ٹھکانا بنایا۔

۷- قیامت میں اشراف امت محمدیہ یہیں سے اٹھیں گے۔

۸- خدا تعالیٰ نے اسکی زمین کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔ اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً مکہ کی زمین کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا۔

۹- خدا تعالیٰ نے اسے رسول کا گھر قرار دیا كَمَآ اَخْرَجَكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ -

۱۰- اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی قسم کھائی لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔

۱۱- رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ میں مدخل صدق کو مقدم رکھا

۱۲- خود اپنے ہاتھ سے اللہ کے رسول نے مسجد تعمیر فرمائی۔

۱۳- اسی میں مسجد قبا ہے جسکے بارے میں حکم ہوا کہ اسکی تعمیر تقوی پر ہوئی ہے۔

۱۴- یہاں آپ کے حجرہ و جنت کے درمیان ایک باغ جنت کے باغوں سے ہے۔

۱۵- ان کی مسجد میں نماز کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے۔

۱۶- نماز کے علاوہ بھی اور عبادتوں کا ثواب بہت زیادہ ملتا ہے۔

۱۷- مسجد نبوی میں تعلیم و تعلم کی تاکید آئی ہے۔

۱۸- مدینہ ہی میں جبل احد ہے جسکی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہم اسے چاہتے ہیں اور وہ ہمیں چاہتا ہے

۱۹- وہ سب سے پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں کے لیے تعمیر کرائی گئی۔

۲۰- پیغمبروں کی تعمیر کردہ مسجدوں میں سب سے آخری مسجد یہیں بنی۔

۲۱- یہیں جبرئیل امین علیہ السلام کثرت سے آتے۔

۲۲- یہ ہمیشہ دار الاسلام رہیگا اور سب سے اخیر میں ویران ہوگا۔

۲۳- لوگ علم دین حاصل کرنے کے لئے نکلینگے مگر یہاں سے بڑھکر کوئی عالم نہ پائینگے

اسی قسم کی خصوصیات احادیث سے اخذ کر کے صاحب وفاء الوفاء نے بیان کی ہیں جنکی تعداد ۹۰ تک پہونچتی ہے

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

دیوان حسرت موہانی

حصۂ یازدہم

جسمیں حسرت موہانی کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو
باوقات مختلف تکمیل حصۂ دہم کے بعد
جنوری سنہ سے ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء تک
لکھی گئیں

جس کو حاجی شرف الدین نے اپنے

رئیس المطابع واقع کانپور میں چھپایا

اور

حسرت موہانی نے کانپور سے شائع کیا
سنہ ۱۹۳۵ء

تعداد طبع اول ۵۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۲ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

یونہیں گر ہم سر رہی در کی جبیں سائی کا
شوق محتاج نہیں حوصلہ افزائی کا

آج کل جوش ہے رخ یار کی بیتابی کو
ضد یہ ہے نام نہ لے کوئی شکیبائی کا

یہ بھی احسان ہے ان کا کہ مجھے کر کے تباہ
دیکھنے آئے تماشا مری رسوائی کا

رنج دوری سے ہوا عیش تصور جو بہم
ہو گیا اور ہی عالم شب تنہائی کا

ان سے ارباب نظر کی ہے یہ خواہش حسرت
اٹھ رہے کوئی دقیقہ نہ خود آرائی کا

عرفانِ عشق نام ہے میرے مقام کا
حامل ہوں کس کے نغمۂ نے کے پیام کا

منھ لے اہل دل کو وہ آتی ہے بوئے انس
دنیائے جاں میں شور ہے جسکے دوام کا

مخلوق اک نگاہ کرم کی امیدوار
مستانہ کر رہی ہے بھجن رادھے شیام کا

محبوب کی تلاش ہوئی رہبر محب
برسانے سے جو قصد کیا نند گام کا

گوکل کی سرزمیں بھی عزیز جہاں بنی
کلمہ پڑھا جو ان کی محبت کے نام کا

برندا کا بن بھی روکش جنت بنا کہ تھا
پامال ناز انھیں کی بہار خرام کا

لبریز نور ہے دل حسرت زہے نصیب
اک حسن مشکفام کے شوق تمام کا

وہ کہتے ہیں پھر تجھکو آنا پڑے گا
ہمیں کو پھر الٹے منانا پڑے گا

نہ جب تجھسے مطلب رہا کچھ تو دل سے
تری یاد کو بھی بھلانا پڑے گا

تری یاد بھی چھوٹ جائے گی لیکن
بہت دل کو صدمہ اٹھانا پڑے گا

کہاں جائیگی عشقبازی کی عادت
کہیں اور دل کو لگانا پڑے گا

تجھے بزم خوباں میں درخور کا اپنے
بلا کر نمونہ دکھانا پڑے گا

دکھا کر تماشائے واسوخت آخر
تجھے پھر سے اپنا بنانا پڑے گا

ارادے غرض ہیں بہت کچھ یہ حسرت
وہ کہتے ہیں پھر تجھکو آنا پڑے گا

کہتے ہو تم یہی سزا ہے تری — ہم کو اس میں بھی کچھ کلام نہیں
جام جب تھا تو مے نہ تھی حسرت
اب جو مینا ملا تو جام نہیں

سلام علیک اے جوارِ مدینہ — جوارِ سراپا بہارِ مدینہ
زہے راحتِ یقظہ و نومِ احیا — خوشا لطفِ لیل و نہارِ مدینہ
سویدائے دل ہے دلِ حسنِ حق کا — نہیں یہ شبِ نور بارِ مدینہ
مشامِ تمنا میں خوشبوئے جنت — پھرے لیکے ہم یادگارِ مدینہ
مدینے چلو کیوں نہ امسال حسرت
بلائیں جو خود تاجدارِ مدینہ

[illegible]

یادِ شہر و کوئے یار آنے لگی — آرزو کو بوئے یار آنے لگی
زلفِ یار اندر سوئے حسنِ یار — تا رخِ نیکوئے یار آنے لگی
شوقِ محمودِ ہوس ہونے لگا — نکہتِ گیسوئے یار آنے لگی
حسن کی نذرِ عقیدت بے شمار — ہر طرف سے سوئے یار آنے لگی
زخمِ دل دیکھا تو حسرت ہم کو یاد
قوتِ بازوئے یار آنے لگی

[illegible]

تحسین ہے لب پر ترے دشنام نہیں ہے — الزام تمنا کو بھی الزام نہیں ہے
خوبی تری بے قید ہے خواہش میری بے حد — ان دونوں کے آغاز کا انجام نہیں ہے
ایسا کوئی دنیا میں نہیں عشقِ نظر باز — اے حسنِ دلآرا جو ترا رام نہیں ہے
بیٹھے ہیں تری یاد میں کونین سے فارغ — اب ہم کو کسی چیز سے کچھ کام نہیں ہے
پرتوِ مئے عشق دلِ روشن عرفاں — آئینہ عالم ہے مرا جام نہیں ہے
برپا ہیں بہر سمت حوادث کے تلاطم — دریا مری الفت دیر کا آرام نہیں ہے
دیوانہ ہوں ساقی کی نظر کا مری مستی
حسرت گرو بادۂ گلفام نہیں ہے

[illegible]

زہے نصیب جو ہو میرے حال کو بھی نصیب / وہ ابتری جو تری زلف پرشکن میں ہے

ادب کا ہے یہ تقاضا کہ تیرے شوق کی بات / سنے نہ کوئی جو ہے دل میں یا دہن میں ہے

جو فیض عشق ہی ہے تو کیا عجب حسرت

کہ امتیاز نہ کچھ شیخ و برہمن میں رہے

دل کو غم کونین سے بیگانہ بنا دے / اے جلوۂ جاناں مجھے دیوانہ بنا دے

بدمست سیہ کار کہ مخمور حق آگاہ / دیکھیں تو ہمیں کیا ساقی میخانہ بنا دے

حالت ہے فقیرانہ مری اے شہ خوباں / چاہے تو فقیرانہ سے شاہانہ بنا دے

دنیا کے لئے ہو سبق رشد و ہدایت / گر عشق مرے حال کا افسانہ بنا دے

فرزانگی ہوش سے بیزار ہے حسرت

غیرت اسے دیوانۂ فرزانہ بنا دے

محبوب ہیں محبوب کی ہر بات بجا ہے / اب مجھ سے تغافل بھی وہ فرمائیں تو کیا ہے

پھر شکوۂ غم کا مجھے کیوں شوق ہوا ہے / پھر سن کے وہ کہہ دینگے یہی تیری سزا ہے

ہم خوش ہیں بہرحال جفا ہو کہ وفا ہو / وہ یوں کہ محبت کی سزا میں بھی مزا ہے

سونگھی تھی جو اکبار وہ خوشبوئے گریباں / اب تک اسی بوئے گریباں کا نشا ہے

کہنے کو تو ظاہر میں خفا ہم بھی ہیں لیکن / کچھ دل کا عجب حال ہے جب سے وہ خفا ہے

ہم چھین کے لے بھی گئے پان آپکے منہ کا / کہتے ہی رہے آپ کہ دینگے نہ دیا ہے

شرما کے وہ بولے بھی تو کیا "ہم سے نہ بولو"

کیا خوب تری چھیڑ کا حسرت یہ صلا ہے

مجھ سے اے دل انہیں گلا نہ رہے / تو رہے بے قرار یا نہ رہے

شوق تو دل ہی بربنائے ہجوم / ڈر یہی ہے کہ راستانہ رہے

آپ ہی کو کرم کی خو نہ رہی / یا ہمیں درخور عطا نہ رہے

وصل میں تو ہے حسب ہم یار کو آج / شوق سے پردۂ قبا نہ رہے

ان سے کیا تم نے کہدیا حسرت / کہ وہ اب مائل جفا نہ رہے

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظم حج

حج کو ہوا حکم رسولِ کریم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راستہ جب کشش دل ہوئی
سخت جو تھی سہل وہ منزل ہوئی

جذبہ بنا سلسلہ راز کا
مسئلہ سامان خدا ساز کا

ختم ہوئی قلت زاد سفر
چلنے لگی باد مراد سفر

بحر عرب میں سکوں تمام
مرکب لیاس ہوا خوش خرام

سطح فلک صاف تھی ہوا معتدل
بادِ بہاری بھی ہوئی جس سے خجل

راہِ طلب کھلنے لگی بے خطر
غایۂ صفر اتنا دو دن سفر

وقت یلملم میں ہوا شام کا
شور مچا کوشش احرام کا

رحمت حق سب کی ہوئی دستگیر
کچھ نہ رہا فرق امیر و فقیر

تلبیہ لب پہ لگے دیوانہ وار
عاشق سرگشتہ رواں سوئے دیار

جدہ میں آ کر رہے پابند رکاب
شام سے تا صبح بصد اضطراب

پہنچے جو موڑ پہ حدود حرم
گریۂ شوق آہ سے ہو کر بہم

جذب کی تاثیر دکھانے لگا
ہر سفری دھوم مچانے لگا

قبلۂ مقصود پہ کی جب نظر
رہ نہ سکی کچھ سر و پا کی خبر

گریۂ بیتاب کی شدت ہوئی
دل کی عجب رقت سے حالت ہوئی

کعبہ کی خوبی بزبانِ عجم
دیکھئے کیا خوب شوقی ہو رقم

سوئے حرم رکن الٰہی جنش رحیم
مست سیہ پوش نگاہے مقیم

قبلۂ خوبان عرب ہے ادھر
سجدۂ شوخان عجم ہے ادھر

گنگ ہوئی سب کی زبان مقال
طوف حرم کا نہ رہا کچھ بھی خیال

کچھ نظر آیا تو یہ آیا کہ ہاں
اک کرم حق کا ہے دریا رواں

دیکھنے قابل ہے وہ دوران شوق
طوف میں ان سب کا غلامان عشق

آٹھویں ذی الحجہ کو بعد اختتام
جبکہ ہوا جا کے منا میں قیام

قافلے والوں نے بصد نیاز
خیف کی مسجد میں ادا کی نماز

چل کے منا سے عرفات آئے سب
دل میں لئے شوق مچاتے سب

جوش میں تھی رحمت پروردگار
سننے کو ہر ایک دکھی کی پکار

مورد اکرام الٰہی ہوئے
شام سے مزدلفہ کو راہی ہوئے

صبح کو مزدلفہ میں پڑھ کر نماز
آ کے منا میں ہوئے پھر سرفراز

رمی جمار و ذبح بعد حلق سر
مصلحت ان کی نہ کچھ آئی نظر

پھر بھی بصد شوق و جبرا
دل سے سب احکام بجا لائے بجا

طوف زیارت پہ ہوا حج تمام
نظم بھی یہ ختم ہوئی والسلام

نوٹ:- یہ نظم ماہ ذیقعدہ شہ میں فقیر کے پہلے سفر حج کے دوران میں جہاز رحمانی پر شروع کی گئی اور ذی الحجہ بعد حج مکہ میں ختم ہوئی۔ اسی سال مدینۃ الرسول میں حاضری کے موقع پر ایک غزل بھی کہی گئی تھی ؎ سلام علیک اے جوار مدینہ۔ جوار سراپا بہار مدینہ۔ یہ غزل اس مجموعے کے ساتویں صفحے میں درج ہے۔ دوسرے اور تیسرے سفر حج کے زمانے میں جو غزلیں کہی گئیں وہ بھی نویں اور چوتھے صفحے پر درج ہیں ان کے مطلعے یہ ہیں۔ پھر اک شوق بسیار کی آرزو ہے ۔ طواف در یار کی آرزو ہے ٭ شوق بڑھا حد جنوں کے قریب ٭ ہے وہ مدارا ہی وہ یاد حبیب ٭